تذکرہ

حضرت حافظ محمد ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ

از

مولانا امداد صابری دہلوی

ناشر

مولوی محمد بشیر احمد قاسمی سیالکوٹی۔ رفیق دفتر مدرسہ صولتیہ

مکہ مکرمہ

تذکرہ

حضرتؒ حافظ محمد ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ

یعنی

جہادِ شاملی ۱۸۵۷ء کے نامور مجاہد، شہیدِ فرنگ، ولیٔ کامل
حضرت حافظ محمد ضامن شہید تھانویؒ کے حالاتِ زندگی اور
رسالہ مونسِ مہجوراں مؤلفہ جناب مولانا حکیم ضیاء الدین رامپوری
کی شمولیت کے ساتھ مفصل حالات

— از —

مولانا امداد صابری دہلوی

ناشر
مولوی محمد شریف قاسمی سیالکوٹی ۔ رفیقِ دفتر مدرسہ صولتیہ
مکہ مکرمہ

تذکرہ

حضرت حافظ محمد ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ

یعنی

جہادِ شاملی ۱۸۵۷ء کے نامور مجاہد، شہیدِ فرنگ، ولیٔ کامل حضرت حافظ محمد ضامن شہید تھانویؒ کے حالاتِ زندگی اور رسالہ مونسِ مہجوراں مؤلفہ جناب مولانا حکیم ضیاء الدین رامپوری کی شمولیت کے ساتھ مفصّل حالات

— از —

مولانا امداد صابری دہلوی

ناشر
مولوی محمد شریف قاسمی سیالکوٹی۔ رفیقِ دفتر مدرسہ صولتیہ
مکہ مکرمہ

نام کتاب ---------- تذکرہ حافظ محمد ضامن شہیدؒ

مؤلف ---------- مولانا امداد صابری دہلوی

ناشر ---------- مولوی محمد شریف قاسمی سیالکوٹی

مطبع ----------

اشاعت پاکستان میں ---- بار اوّل

تعداد ---------- ایک ہزار

کتابت ---------- محمد جمیل حسن تلمیذ حضرۃ سید نفیس الحسینی مدظلہ لاہور

قیمت ---------- [illegible] روپے سعودی عرب میں، ۱۰ ریال

— ملنے کے پتے —

۱- مولانا محمد حشیم صاحب نائب ناظم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ

۲- ادارہ اسلامیات ۱۹۰، انار کلی لاہور ۲

۳- اسلامی اکادمی۔ اُردو بازار لاہور

۴- یونیورسٹی بک ایجنسی۔ قصہ خوانی بازار پشاور

۵- پاک اکیڈیمی دوکان ۲۲ جامع مسجد باب الاسلام آرام باغ کراچی

۶- دارالاشاعت۔ اردو بازار کراچی

۷- مکتبہ دارالعلوم۔ کراچی

فہرستِ مضامین

عنوانات	صفحہ
پیش لفظ	۷
سببِ تالیف	۱۱
مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کا کتب خانہ	۱۱
مونسِ مہجوراں کا سنِ تالیف	۱۲
مونسِ مہجوراں لکھنے کی غرض وغایت	۱۴
مونسِ مہجوراں کے مضامین	۱۵
حافظ محمد ضامن کی جدائی کا حکیم ضیاء الدین پر اثر	۱۸
مونسِ مہجوراں دیکھ کر حاجی امداد اللہ صاحب کا اظہارِ مسرت	۲۳
تذکرہ حافظ محمد ضامن کے مآخذ	۲۶
جناب حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری	۲۷
حکیم ضیاء الدین کا بیعت ہونا	۲۹
رنج وغم کے بارے میں حاجی امداد اللہ صاحب کی وصیت	۳۰
ہجرت کے بارے میں حضرت حاجی صاحبؒ کی رائے	۳۱
نکاحِ ثانی کے متعلق حضرت حاجی صاحبؒ کی ہدایت	۳۳
حاجی امداد اللہ صاحب کا اختلافات سے روکنا	۳۵

عنوانات	صفحہ

حاجی صاحب کا زہد و استغناء ۳۶

مسئلہ مولود پر حاجی صاحبؒ کا نظریہ ۳۷

ملاقات کے لیے حافظ محمد ضامن کا حکیم ضیاء الدین کے نام خط ۳۸

شہادت کے بعد حافظ محمد ضامن کے درجات ۳۹

رسالہ "مونسِ مہجوراں" کی تالیف ۴۰

حکیم ضیاء الدین صاحب کی وفات ۴۱

حافظ محمد ضامن۔ سلسلۂ نسب ۴۳

حافظ محمد ضامن کی ولادت ۴۴

حافظ صاحب کی بیعت ۴۵

حافظ صاحب کی خلافت ۴۷

حافظ صاحب کی کرامات ۴۸

جہاد کی تیاری ۶۱

حافظ صاحب کی شہادت ۶۳

شہادت سے پہلے مولانا گنگوہیؒ کو وصیت ۶۴

مرکزِ اولیاء۔ مسجد پیر محمد تھانہ بھون کی کیفیات ۶۶

حافظِ صاحب کے اخلاق ۶۸

حافظ صاحبؒ کا حلیہ ۶۹

حافظ صاحبؒ کی شہادت پر تاریخی قطعات ۷۰

حافظ صاحبؒ کے صاحبزادے ۷۹

ضیاء القلوب کی تالیف کا سبب ۷۹

عنوانات	صفحہ
حافظ محمد یوسف صاحب کا حال اور وفات	۸۰
مولانا گنگوہیؒ کے ہاں ایک جاسوس کی آمد	۸۱
کتاب مونسِ مہجوراں اور مصنّفِ کتاب	۸۵
وجہ تالیف کتاب مونسِ مہجوراں	۹۰
شربت اوّل	۹۱
شربت دوم	۹۸
حکیم ضیاء الدین صاحب کی حافظ صاحبؒ کی مجلس میں حاضری	۱۰۰
حافظ صاحبؒ کی شہادت کے بعد حکیم صاحب کی کیفیت	۱۰۳
حافظ صاحبؒ کی شہادت پر مولانا محمد قاسم کا مرثیہ	۱۱۰
شربت سوئم	۱۱۷
قطعاتِ تاریخ شہادت حافظ صاحبؒ	۱۱۷
حافظ صاحبؒ کے متعلق عجیب و غریب واقعات	۱۲۰
حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ مہاجر مکی کا شجرۂ چشتیہ	۱۵۱

پیش لفظ

جہادِ آزادی ۱۸۵۷ء کے آفتاب و ماہتاب مُجاہدین کی فہرست تو بہت طویل ہے۔ ان علماء کرام نے جو لافانی کردار ادا کیا ہے وہ اس زرّین تذکرہ کا روشن باب ہے۔ یہ عُلماء اور اہل اللہ ہی کی ذات گرامی ہے جو سب سے پہلے خطرے کی بُو سونگھ کر میدان میں نکل آتے ہیں۔ ۱۸۵۷ء کی طویل اور المناک فہرستِ انقلاب میں جہادِ شاملی کے تذکرے اب تک تاریخ کے صفحات میں محفوظ اور ہمارے دلوں میں زندہ ہیں۔ ان سرفروشانِ اسلام اور قائدِ معرکہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے رفقاء میں حضرت حافظ محمد ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ کا نامِ نامی اس ذکرِ مجاہدین کی زینت اور تاریخ کی رونق ہے۔ اس طویل عرصہ میں جہاد کے ان تذکروں کو قلمبند کرنے کی مساعیٔ جمیلہ ہوتی رہیں جن میں کم و بیش ان تمام نفوسِ قدسیہ کے حالات سامنے آ گئے جنھوں نے اس وقت اپنی جانوں کی قربانیاں پیش کرنے میں کوئی پس و پیش نہیں کیا تھا۔ ان فدایانِ اسلام میں ہزاروں ہزار ایسے ہیں کہ

جنھوں نے نہایت خاموشی کے ساتھ اور گمنامی کی حالت میں اپنا نذرانۂ جان و دل پیش کیا اور ہر قسم کے مصائب و مشکلات جھیل کر یا تو زمرۂ شہداء میں شامل ہو گئے یا اپنے وقت پر اپنے خالق سے جا ملے۔ ان عاشقانِ پاک طینت اور شہیدانِ باعظمت میں جہادِ شاملی کے ضمن میں حضرت حافظ محمد ضامن شہیدؒ کا اسمِ گرامی بھی نامانوس نہیں، سرفروشانِ امت کی اس مقدس جماعت میں حضرت حافظ صاحبؒ ایک اہم شخصیت گزرے ہیں۔ آج تک آپ کا تذکرہ اس تاریخی تفصیل و وضاحت کے ساتھ منظرِ عام پر نہیں آیا تھا اور نہ کسی صاحبِ تحقیق اہلِ قلم کو کماحقہ تاریخی مواد فراہم ہو سکا۔ یہ مشیتِ الٰہی ہے کہ اس کے ہاں ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔

دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے کتب خانہ کی قلمی کتابوں کی فہرست میں ایک کتاب کا نام "مونسِ مہجوراں" متعدد بار مختلف حضرات کی نظر سے گزرا۔ اس کتاب کو تلاش کیا تو الماریوں میں دستیاب نہ ہو سکی۔ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹۶۲ء میں جناب مولانا نسیم احمد امروہوی حج کے لیے مکہ معظمہ تشریف لائے اور اپنی علمی و تحقیقی پیاس بجھانے کے لیے انھوں نے متعدد بار کافی وقت مدرسہ صولتیہ کے کتب خانہ میں گزارا اور واپسی پر رسالہ الفرقان لکھنؤ میں "مونس مہجوراں" در تذکرہ حضرت حافظ محمد ضامن شہیدؒ" پر ایک مختصر حوالہ اور تعارف شائع کیا۔ ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء میں برادرِ عزیز الحاج مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی حج کے لیے مکہ معظمہ آئے تو یہ سعادت اللہ نے ان کے حصہ میں لکھ دی کہ انھوں نے ایک ضخیم مجلد کتاب میں یکجائی طور پر دس بارہ مختلف النوع کتب و رسائل کے درمیان اس پوشیدہ خزانہ "مونسِ مہجوراں" کا پتہ لگا لیا جس کے لیے بے شمار احبابِ علم و فضل بیقرار تھے،

حُسنِ اتفاق سے جنابِ الحاج مولانا امداد صابری صاحب دہلوی بھی مکہ معظمہ میں موجود تھے۔ مولانا کا موضوع ہی بزرگوں کی سیرت نگاری ہے، وہ خود ہم سب کی طرح حضرت حافظ محمد ضامن شہیدؒ کے حالات کی جستجو میں تھے۔ چنانچہ بمصداق "مالِ یتیم پر سب کا حق ہوتا ہے"۔ مولانا امداد صابری صاحب نے اس قلمی رسالہ پر قبضہ بحال فرما کر اسے ایک مستقل تصنیف کا لباس پہنا دیا جس پر وہ مستحق تشکر و امتنان ہیں مولانا موصوف کی تالیف بجید عجلت کے ساتھ پایہ تکمیل کو پہنچی ــــ مولانا کے مشاغل و اسفار اور اس زمانہ میں دہلی کے علاقائی فسادات کی بنا پر یہ تصنیف جوں توں تیار ہو کر "سردارِ شہیداں" کے نام سے منظرِ عام پر تو آ گئی لیکن ایک تو اپنا بھی داعیہ تھا دوسرے بے شمار اصحابِ تعلق نے اصرار کیا کہ مجاہدِ عظیم حضرت حافظ محمد ضامن شہیدؒ کے اس تذکرہ پر نظر ثانی کی جائے۔ چنانچہ منجانب اللہ ماہ جمادی الثانی ۱۴۰۶ھ مطابق فروری ۱۹۸۶ء کے ایک مبارک دن مدرسہ صولتیہ کے دفتر میں مولانا امداد صابری صاحب کی کتاب سردارِ شہیداں زیر بحث تھی تو دفتر مدرسہ کے ایک رفیق عزیز اور محبِ مخلص مولانا محمد شریف قاسمی سیالکوٹی نے فرمایا کہ "اسی جگہ مولانا امداد صابری صاحب سے ان کا عہد و پیمان ہو چکا ہے کہ اس وقت تو وہ اس کتاب سردارِ شہیداں کا فراہم شدہ مواد بحالت موجودہ یکجا کر کے شائع کر دیں مگر اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن نظر ثانی کے بعد مولانا محمد شریف صاحب قاسمی شائع کریں گے"۔ کارکنانِ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کو چونکہ حضرت حافظ صاحبؒ کے اس مبارک تذکرہ کی جلد از جلد اشاعت کا اہتمام تھا اس لیے مولانا محمد شریف قاسمی کی اس بر وقت پیش کش کو تائید غیبی سمجھ کر یہ مبارک کام ان کے سپرد کیا جا رہا ہے۔

رسالہ "مونسِ مہجوراں" جناب مولانا حکیم ضیاء الدین رامپوری کی تصنیف ہے، جس کے متعلق اس کتاب میں مولانا امداد صابری کا مفصل مضمون "سببِ تالیف" کے عنوان سے شامل ہے۔ مصنّف کتاب کا بھی مفصل سوانحی تذکرہ ان کے نام سے موجود ہے۔ آخر میں اصل کتاب "مونس مہجوراں" بجنسہٖ شامل کر دی گئی ہے، اس طرح یہ مجموعہ متعدد تاریخی اہمیتوں کا حامل بن گیا ہے۔ اس علمی و تاریخی خدمت پر عزیزم مولوی محمّد حشیم سلمہ نائب ناظم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، عزیزم مولوی محمّد نور الحسن راشد کاندھلوی، مولانا امداد صابری صاحب اور مولوی محمد شریف صاحب قاسمی تمام قارئین کتاب کی طرف سے دُعائے خیر اور شکریہ کے مستحق ہیں۔

اللّٰھم تقبل منّا انک انت السمیع العلیم وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیّدنا محمّد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

محمّد مسعود شمیم
(ناظم مدرسہ صولتیہ مکّہ معظمہ)

۴ رجب ۱۴۰۶ھ
(یوم الجمعۃ المبارک)

سببِ تالیف

حضرت حافظ ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بہت کم حالات مختلف کتابوں میں منتشر طور پر ملتے ہیں۔ شاملی ضلع مظفر نگر یوپی کی جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ وغیرہ نے شرکت کی تھی اور اس لڑائی میں حضرت حافظ محمد ضامن صاحبؒ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ ایسی عظیم ہستی کے حالات آج تک کماحقہ دستیاب نہ ہو سکے۔

مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کا کتب خانہ

جناب مولانا نسیم احمد فریدی مراد آبادی نے مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے کتب خانہ میں ایک قلمی کتاب "مونسِ مہجوراں" مؤلفہ حکیم ضیاء الدین صاحب رامپور ضلع سہارنپور کا تعارف رسالہ الفرقان میں شائع کیا، جس میں حضرت حافظ محمد ضامن کے حالات درج ہیں، مولانا فریدی صاحب نے اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد اس کا خلاصہ

رسالہ تذکرہ نومبر ۱۹۶۱ء میں شائع کیا۔ جناب تنویر علوی صاحب کی عنایت سے وہ رسالہ مجھے وصول ہُوا۔

اس کو لیتے ہی مَیں نے اس کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا، پانچ چھ مرتبہ دو تین روز میں پڑھا پھر اس کی نقل شروع کی، اس کی لکھائی صاف نہیں ہے، آسانی سے پڑھی نہیں جاتی تھی، آٹھ نو روز میں اس کتاب کی نقل کی، جب بھی اس کتاب کا مطالعہ کیا خوشی کی انتہا نہ ہوتی تھی، دل کی کلیاں کھل جاتی تھیں اور دل و دماغ باغ باغ ہو جاتا تھا اور حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہیدِ فرنگ کی شخصیت کا دل میں سکّہ بیٹھتا جاتا تھا۔ حضرت حافظ صاحبؒ کے واقعات و کرامات کئی مرتبہ پڑھے ان کو پڑھنے کے بعد مَیں بلا جھجھک کہہ سکتا ہوں کہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحبؒ اپنے معاصرین میں روحانی اعتبار سے کسی سے کم نہیں تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ وغیرہ آپ کا نامِ نامی بڑے احترام سے لیتے تھے اور بڑی قدر و منزلت کے ساتھ اُن کا ذکر فرماتے تھے۔

مُونسِ مہجوراں کا سنِ تالیف

"مونسِ مہجوراں" $\frac{30 \times 20}{16}$ سائز پر ۲۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۴ ربیع الثانی ۱۲۸۴ھ کو حکیم صاحب نے اس کتاب کو ختم کیا۔ جو نسخہ اس کتاب کا قلمی ہمارے پاس ہے، اس کو حضرت حافظ محمد ضامن شہیدِ فرنگ کے مُرید عبد الرحمٰن رامپوری صاحب نے نقل کیا ہے اور انھوں نے مونسِ مہجوراں کے سلسلہ میں ایک تاریخی قطعہ نقل کیا۔

مولانا عبد الرحمٰن رامپوری صاحب کی عبارت اور تاریخی قطعہ ملاحظہ ہو :

الحمد للہ والمنۃ کہ نسخہ مونسِ مہجوراں از تصنیف جناب فیضمآب قبلہ وکعبہ دارین وسیلۂ دوجہاں ملجاء و ماوای من حضرت حکیم محمّد ضیاء الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بتاریخ چہارم ماہ ربیع الثانی ۱۲۸۴ھ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تمام شد کاتب الحروف بندہ عبد الرحمٰن غفر اللہ ذنوبہ وستر اللہ عیوبہ نوشتہ بماند۔

شروع بحمد خداوند خالقِ ارض وسما — ونعتِ حضرت احمد شفیع روزِ جزا۔
خدا نے اپنے رسولِ امیں کے صدقے سے — مجھے بخدمت ھادئ دیں دیا پہنچا
حکیم صاحب قبلہ ضیاء الدین صاحب — کہ جن کے وصف میں قاصر ہے خامۂ انشاء
خلیق، اہلِ مروت، شفیق ہرکہ و مہ — شفا ہے جن کی مریضوں کے حق میں آبِ بقا
مرے سیہ حال پہ لطف وکرم پر ایسا ہے — کہ جس کی حد و نہایت نہ ہو سکے املا
کچھ حال اُن کا لکھا تھا حکیم صاحب نے — کہ پیر آپ کے ہیں مقتدائے راہِ خدا
مجھے دیکھا کہ وہ ایک روز کیا ارشاد — کیا اشارہ کہ اس کو تو کردے لکھ کے صفا
میں کیا کہوں کہ میں کیسا خوش ہوا اُس دن — خوشی کے مارے میں پھولا نہیں سماتا تھا
لکھا تھا حال جو پیرانِ پیر کا اس میں — وہ پیر کیسے کہ بدر الدجے وصل علے
میں نقل کرتے ہی بعد اس کے دل میں سوچ کر — کہ دیکھوں مادۂ تاریخ تو کروں انشاء
تو آئی ہاتفِ غیبی سے یوں ندا مجھ کو — کہ جا کے عرض یہ کر تو بخدمت والا

حضور سے جو مرحمت ہوئی تھی مجھ کو کتاب
میں نقل اس کی سے بس آج با فراغ ہوا

۱۲۸۴ھ

مُونسِ مہجوراں کی غرض و غایت

"مونسِ مہجوراں" کی ابتدائی و تمہیدی عبارت سے کتاب کے لکھنے کی غایت بھی معلوم ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو :

حق، حق، بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین، والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمدؐ وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ بندۂ نالائق و گنہگار محمد ضیاء الدین بن غلام محی الدین بن غلام مصطفےٰ انصاری چشتی حنفی رامپوری عفی اللہ عنہ کاتب الحروف کا ایک روز اپنی حالتِ زار کو دیکھ کر صدمۂ مفارقت حضرت پیرو مرشد برحق نورِ مطلق، قبلۂ کونین، کعبۂ دارین، دستگیر ماندگان، ہادیٔ دین وایمان، محیٔ سنّتِ رسول اللہ جاں باز، وجہاد ناز فی سبیل اللہ، سراج اصفیاء نائب رسول اللہ، حافظ کلام اللہ، سعیدِ ازلی، واقف اسرارِ خفی و جلی، محرمِ رازِ کبریا، معدن جود وسخا، موصوف بصفاتِ الٰہی، محو ذات نامتناہی، سرخیل عاشقین، محبُوب ربّ العالمین، قطب الواصلین شمس العارفین، سیّد الشہداء، نورالہدیٰ، رئیس الاولیاء جناب عالی حضرت متعالی، وسیلۂ درگاہ خدائی، مرشدی و مولائی حضرت مولانا حافظ محمّد ضامن صاحب قبلہ فاروقی، چشتی، حنفی و تھانوی نوراللہ مرقدہ، قدس اللہ سرہ وادام فیوضہ میں طرح طرح کے بیان تاسف کرتا تھا اور اپنی ناکامی پر روتا تھا، آخر یہ خیال آیا کہ یہ حسرت و یاس تا دمِ مرگ نہ جائے گی۔ اب یہ غم کی کہانی جو کچھ کہہ رہا ہے لکھ رکھ تاکہ اوقاتِ اضطراری و بے قراری میں مددگار اور مونسِ حال ہو یعنی دلِ مہجور کے بہلانے کو ایک فسانہ ہو جائے اس لیے جو کچھ فقرے بے تکلف اور بلا تصنع دل سے زبانِ قلم پر

آئے لکھ دیے اور چند نکات حالات حضرت پیرومرشد رحمۃ اللہ علیہ بھی درج کیے کیونکہ ذکر بزرگوں کی صحبت کا اثر رکھتا ہے اور بعض مخلصان بے ریا نے ولولۂ محبت اور صدمۂ مفارقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ میں اکثر مضامین تصنیف فرمائے تھے ان میں سے کچھ نظم بشرط موقع عبارت واسطے مزید کیفیت کے شامل کیے گویا یہ ایک نسخہ مرکب چند شربت کا اپنے مرض کے لیے بنا لیا کہ رفع درد و اضطرار کا ہو اس لیے "مونسِ مہجوراں" اس کا نام مقرر ہُوا۔ واضح ہو کہ مجھ کو عبارت آرائی اور سخن تراشی نہیں آتی اس کا کوئی کچھ خیال نہ کرے یہ تو ایک فرقت کا بیانِ حال ہے اگر کسی کو خوش آئے دیکھے ورنہ اس نالائق کو معذور سمجھے مگر ملاحظہ فرمانے والوں کی خدمت میں للہ یہ عرض ہے کہ مجھ کو دُعاءِ خیر سے ضرور یاد فرمائیں کہ خاتمہ کا وقت مشکل کا ہے اللہ مجھ سمیت سب کا خاتمہ خیر سے کرے۔ آمین یارب العالمین۔

"مونسِ مہجوراں" کے مضامین

"مونسِ مہجوراں" میں حکیم ضیاء الدین صاحب نے تہائی حصہ میں کسی نہ کسی صورت میں اپنے پیرومرشد حضرت حافظ محمد ضامن شہیدؒ کی شہادت پر رنج و غم کا اظہار کیا ہے ایک تہائی حصہ میں منظوم مرثیے مختلف شعراء کے اور منظوم شجرۂ چشتیہ وغیرہ درج کیے ہیں، اس کے بعد حضرت حافظ محمد ضامن کے حالاتِ زندگی اور اُن کی کرامات کا ذکر ہے، باب کی جگہ نکتہ کی اصطلاح ایجاد کی ہے جو کُل ۳۲ ہیں ان نکتوں میں کیا ہے۔ اس کو اختصار کے طور پر درج کرتے ہیں۔

پہلے نکتہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہیدؒ

کا ایک مرثیہ منظوم لکھا ہے وہ مُونسِ مہجوراں میں نقل کیا گیا ہے۔

دُوسرے نکتہ میں حضرت حافظ محمد ضامن صاحبؒ کے حالاتِ زندگی، حافظ صاحبؒ کی جہادِ آزادی میں شرکت و شہادت، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کا طویل مرثیہ، مولوی عبدالسمیع صاحب بیدل رامپوری وغیرہ کے تاریخی قطعات ہیں:

تیسرے نکتہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا ایک واقعہ درج ہے کہ حاجی ولی محمدؒ کے ایک مرید کو کسی نے کچھ الفاظ جادُو کے منتر بتلائے، اس کو کچھ عجائبِ شیطانی نظر آنے لگے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے اس پر توجہ دی ٹھیک ہو گیا لیکن اُس نے پھر وہ شیطانی عمل شروع کیا اور حضرت حافظ محمد ضامن صاحبؒ پر اثر ڈالنا چاہا، حافظ صاحب نے غصہ کی نظر سے دیکھا، وہاں سے بھاگا، جنگل میں مارا مارا پھرا، درست نہیں ہُوا۔

چوتھے نکتہ میں ایک واقعہ درج ہے کہ جھنجھانہ میں ایک درگاہ امام صاحب کی سید محمود کے احاطہ میں ہے جہاں حضرت میاں جی نُور محمد صاحبؒ کا مزار اقدس بھی ہے اس مزار کے مجاوروں نے ایک بات مشہور کر دی تھی کہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب میاں جی کے مزار پر صبح کے وقت حاضر ہوتے ہیں اس کے بعد آپ کا شہر میں کہیں پتہ نہیں لگتا اس پر لوگوں کو شُبہ ہُوا کہ اس میں کوئی راز ہے اس کا پتہ لگانے کے لیے قاضی امیر علی صاحب نے مجاوروں کو تاکید کی کہ جب حضرت حافظ صاحب مزار پر تشریف لائیں تو مجھ کو مطلع کر دینا چنانچہ ایک روز حافظ صاحب مزار پر تشریف لائے تو قاضی صاحب کو اطلاع دی گئی، قاضی صاحب گھر پر نہیں تھے، جب قاضی صاحب تھانہ بھون سے تشریف لائے تو انھوں نے بتایا کہ فلاں روز نماز صبح کے وقت میں نے حافظ صاحبؒ

کے ساتھ پڑھی اور میرے سامنے حافظ صاحب حجرہ میں داخل ہوئے اور حسبِ معمول حجرہ سے باہر تشریف لائے، اس طرح یہ راز افشاء ہُوا، سبحان اللہ، اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو کیا ہمت اور قدرت عنایت فرمائی ہے کہ بُعد مکان بھی مانع نہیں۔ ایک آن میں جہاں چاہیں سیر کر جاتے ہیں۔

پانچویں نکتہ میں شیر خاں اور اُن کے ساتھی کی حضرت حافظ محمد ضامن نے صبح کے وقت دعوت کی تھی۔ یہ دونوں صبح سے پہلے حضرت کے گھر پہنچ گئے تو حافظ صاحب نے اُن سے فرمایا تم دونوں میرا کھانا خراب کرنا چاہتے ہو۔ اس بات پر ان کو بڑی ندامت ہوئی۔

چھٹے نکتہ میں حضرت حافظ محمد ضامن کی کرامت کا ذکر ہے جس کو مولا بخش دیوبندی نے دیکھا۔

ساتویں اور آٹھویں نکتوں میں بھی مولا بخش نے حضرت کی کرامات دیکھیں۔

دسویں، گیارہویں اور بارہویں نکتوں میں میاں اللہ دیا جھنجھانوی کو حافظ صاحب کی کرامات دیکھنے کا شرف ہُوا۔

تیرھویں نکتہ میں حضرت کے قمریوں کے پالنے کے شوق کا ذکر ہے۔

چودھویں نکتہ میں ایک عبرت ناک اور سبق آموز واقعہ کا ذکر ہے۔

پندرھویں نکتہ میں بھی ایک اسی قسم کے واقعہ کا حال بیان ہُوا ہے۔

سولھویں، سترھویں نکتہ میں حضرت کی کرامات بیان کی گئی ہیں۔

اٹھارہویں نکتہ میں جہادِ آزادی ۱۸۵۷ء کے دوران فرمایا تھا کہ دیکھو "حوریں پیالہ لیے ہوئے مکانوں کی منڈیروں پر کھڑی ہیں" کا واقعہ درج ہے۔

انیسویں نکتہ میں اس خط کی عبارت درج ہے جو حضرت حافظ محمد ضامن صاحبؒ

نے جہادِ آزادی کے دوران حکیم ضیاء الدین صاحب کو اپنی ملاقات کے لیے تحریر فرمایا تھا۔

بیسویں نکتہ میں حکیم ضیاء الدین صاحب نے حضرت حافظ محمد ضامن صاحب کو خواب میں دیکھا۔

اکیسویں نکتہ میں حکیم ضیاء الدین صاحب نے حضرت حافظ محمد ضامن صاحب کے رُوحانی مدارج ملاحظہ فرمائے۔

بائیسویں نکتہ میں حکیم ضیاء الدین صاحب نے حضرت حافظ محمد ضامن صاحب کو جنتیوں کے لباس میں دیکھا ہے۔

تئیسویں نکتہ میں حکیم صاحب نے حضرت حافظ ضامن صاحب سے دریافت کیا عقبیٰ میں کیا گزری تو آپ نے فرمایا، اللہ رب العزّت نے میرے ساتھ بہترین سلوک کیا اور شہداء میں مجھ کو بڑا درجہ عنایت فرمایا۔

چوبیسویں، پچیسویں، چھبیسویں، ستائیسویں، اٹھائیسویں، انتیسویں، تیسویں، اکتیسویں اور بتیسویں میں حضرت حافظ محمد ضامن صاحب کی کرامتیں درج ہیں، آخر میں حکیم صاحب نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کا فرمایا ہُوا شجرۂ چشتیہ منظوم نقل کیا ہے۔

حافظ مُحمد ضامنؒ کی جُدائی کا حکیم صاحب پر اثر

حضرت حافظ مُحمد ضامن سے حکیم صاحب کو بہت زیادہ قلبی و رُوحانی قرب حاصل ہو گیا تھا۔ حافظ صاحب کی شہادت کا صدمہ حکیم صاحب کو بہت ہُوا یہاں تک کہ آپ

کی طرح تڑپتے رہتے تھے، ہر وقت حافظ صاحب کا خیال دل و دماغ پر چھائے رہتا تھا۔ رنج وغم نے ان کو نڈھال کر دیا تھا، ہجر و فراق کی گھڑیاں بڑی مشکل سے کٹتی تھیں، اس کا نقشہ حکیم صاحب نے "مونسِ مہجوراں" میں کھینچا ہے کچھ حصّہ ان کے خیالات وجذبات کا ملاحظہ ہو:

اللہ اللہ کیا اوصاف بیان کروں، مختصر یہ ہے کہ ایک دریائے نور تھا، نورِ محمدی کا ظہور تھا اور فیضِ صحبت ایسا بے نہایت تھا کہ جب تلک سامنے بیٹھے رہتے تھے، دنیا کا خیال نہ آتا تھا۔ عبادت کی طرف رغبت ہوتی تھی، غرض اس طور وطریق خیر و برکت کا یہ مجمع قصبہ تھانہ بھون مسجد پیر محمد مرحوم میں جمع ہوتا تھا کہ کچھ بیان نہیں کیا جاسکتا، اس آخری وقت میں یہ حضرات متقدمین کے نمونے پیدا ہوئے تھے۔ شاید ان بزرگوں کے وسیلہ سے تجھ کو بھی توبہ کامل اور نجاتِ دارین حاصل ہو مگر حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کو باوصف اس جاہ و جلال کے ستر کا خیال تھا۔ آزادانہ وضع رکھتے تھے اور بہت کم مرید فرمایا کرتے تھے۔ آخر الامر جناب حاجی صاحب کے وسیلہ سے مَیں بھی مشرف بیعت ہُوا۔ الحمد للہ مجھ جیسے گنہگار کو اللہ تعالیٰ نے یہ بیعت کی نعمت اپنے مخلصانِ خاص کی عنایت سے فرمائی، گویا مغفرت کی امید قوی ہو گئی ورنہ مجھ نابکار کا حال نہایت ابتر تھا۔ اب کیا ظاہر کروں اللہ جلّ شانہ حشر میں میرے گناہوں کی پردہ پوشی فرمائے اور خاتمہ خیر سے کرے اور چونکہ مجھ میں بجز گناہوں کے کوئی لیاقت خدمت گزاری لائق بارگاہ

حضرت مرشداں کے نہ تھی، حتی المقدور رضا جوئی میں رہتا تھا، اپنی طرف سے کچھ نہ کہتا تھا۔ صفتِ کریمی اور رحیمی اولیا۔ کرام کی شان ہے اس لیے حضرت پیر و مُرشد رحمۃ اللہ علیہ مربیانہ نظر توجہ اور شفقتِ عمیم علی الخصوص میرے حال پر مبذول فرمایا کرتے تھے اور یہ نالائق بھی کبھی کبھی خدمت شریف میں حاضر ہُوا کرتا تھا اور تعلیم و تلقین حضرت ادام اللہ فیوضہ اور حالات ذوق و شوق مریدانِ مخلص کے دیکھ کر اپنی عمر گزشتہ پر تاسف کیا کرتا تھا اور اس تمنّا و تجسس میں رہتا کہ حق تعالیٰ کسی طرح مجھ کو بھی اسی طریق سے کچھ حصّہ عنایت فرمائے اور کبھی خیال آتا تھا کہ کیا بعید ہے کہ حضرت پیر و مُرشد کے تصدق سے اللہ تعالیٰ اپنی محبت و اخلاص بھی عطا فرمائے مگر یہ خبر نہ تھی کہ پردۂ غیب سے کچھ اور ظاہر ہُوا چاہتا ہے ایسی توقع اور کشاکش میں تھا کہ یہ صورت پیش آئی کہ دفعتہً جہاں میں ایک شور پیدا ہُوا۔ ہنگامۂ قتل و غارتگری چاروں طرف سے ایسا گرم ہُوا کہ شاید کبھی نہ ہُوا ہو۔ جو لوگ دیندار اور جری تھے، غیرت اور حمیتِ اسلام کی وجہ سے اکثر شہید ہو کر دار البقاء کی طرف رحلت فرما ہوئے یا خانہ ویران ہوکر در بدر رہے یا بیت اللہ شریف چلے گئے۔ گویا ہندوستان کی دُنیا پلٹ گئی، اسلام پست ہو گیا، دین و دُنیا کی اچھی بات گُم ہو گئی، کیا عرض کروں، اپنا درد و غم اور قصّہ حسرت و الم کچھ اور ہے، کوئی اپنی بلا میں مبتلا ہے آتشِ مفارقت بھی جلائے دیتی ہے، دل پُر ہجوم گھبراتا ہے، سوزشِ دروں کو بیان کیا چاہتا ہے اور کوئی ذکر خوش نہیں آتا۔ حاصلِ کلام اس ہنگامہ میں جلالِ کبریائی کو

جوش وخروش تھا اور مدہوشان شیونِ الٰہی کو بھی ایک ولولہ اور شوق تھا، چنانچہ حضرت مرشدی نے بھی ضررِ دُنیا کا کچھ خیال نہ فرمایا، کمر ہمت چست باندھ کر امرِ حق پر جان ومال کو قربان کیا اور ذوق وشوق دیدارِ الٰہی میں ایسے مَست ہوئے کہ کسی طرح تردّد نہ ہُوا اور تمنائے شربتِ شہادت اور جامِ کوثر میں ہماری بےکسی کا بھی کچھ خیال نہ فرمایا۔ سبحان اللہ کیا ہمتِ مرداں مددِ خُدا کا تماشہ دکھلا کر مردانہ اور مشتاقانہ بتاریخ چوبیسویں محرم الحرام ۱۲۷۴ھ بارہ سو چوہتر ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم برسرِ معرکہ جامِ شہادت نوش فرمایا۔ واہ کیا خُوب دادِ ہمت لے گئے اور داغِ حسرت دے گئے ؎

ساجن دُکھیا کر گئے اور سکھ کو لے گئے ساتھ
جنم بچھوہا دے گئے اور پھر نہ پُوچھی بات
ساجن ایسے چل بسے مُڑ کر خبر نہ لی
مَیں دُکھیا تکتی رہی کہ پھر ملیں گے پی

رفتی و مرا خبر نہ کردی
بر بیکسم نظر نہ کردی

ترجمہ: آپ چلے گئے، مجھے خبر بھی نہ کی اور میری بےکسی کو بھی نہ دیکھا۔

دفعتہً حشر برپا ہُوا جہاں تہ وبالا ہو گیا ؎

چلی سمتِ غیب سے ایک ہوا وہ چمن سرور کا جل گیا
مگر ایک شاخ نہالِ غم جسے دل کہیں وہ ہری رہی[1]

واہ کیا بے نیازی کی شان ہے، کیا تھا کیا کر دکھایا۔ آخر ہم لوگ بھی

---

[1] سراج اورنگ آبادی

منتشر و پریشان ہو گئے، ایک کو ایک کی خبر نہ رہی، اسی حالتِ زار اور وقتِ اضطرار میں ایک دوسرے کی صورت تکتا رہتا اور کلیجہ پکڑ کر چپ رہ جاتا تھا۔ ناگاہ یہ قیامت کا نمونہ اور حشر کی کیفیت پیدا ہوئی، کہ ہر بشر مقامِ استقامت سے رک گیا، سراسیمہ ہو کر دیوانہ وار مایوس پھرتا تھا۔ آخر یہ دلِ ناشاد اس قدر گھبرایا کہ کچھ ہوش نہ رہا، پائے ثبات کا قیام اس دلربائے عالی مقام کے ساتھ گیا۔ کسی جگہ صورتِ امن و قرار دل کو نظر نہ آئی، در و دیوار سے حسرت برستی تھی۔ زمین و آسمان سے اسباب ماتم نمایاں تھے، شجر و حجر سے آواز نوحہ و زاری کا شور و غل تھا، صحرائے سبزہ زار سے دلِ مضطر کو ایک نیا آزار پیدا ہوتا تھا۔ سامانِ غم اور ہجومِ درد و الم اس قدر برپا ہوا تھا کہ ہر ایک کا قلب گھبرا اٹھا۔ سوائے حسرت و یاس کے کچھ نہ پایا، واہ واہ یا وہ عیش و طرب رہتا تھا یا اب یہ ہر جگہ ماتم کدہ ہو گیا جہاں وہ عشرت کدہ تھا اب وہاں ماتم سرا ہوا، ولئے اس میری زندگی پر کہ وہ راحتِ جان اور فرحتِ رواں دفعتہً نظر سے دور ہوا اور اس دلِ ناشاد کو ایسے درد و الم میں چھوڑا کہ کوئی پرسانِ حالِ زار نہ رہا، جس طرف نظر کیجیے کوہِ غم اور دریائے حسرت بے پایاں نظر آتا ہے، ہر شے سے صدائے یاس اور نعرۂ الم صدمہ رساں ہے۔ ہر چند جزع فزع کیا مگر کچھ کارگر نہ ہوا اور اس سرمایۂ سعادت ابدی کی صورت نظر نہ آئی یا وہ گلِ گلزارِ حقیقت ایسا دست برد قدرت ہوا کہ دفعتہً ہاتھوں سے نکل گیا اور وہ آفتاب شریعت ملک ملائک قدس میں ایسا

سریع الاثر ہُوا کہ آن کی آن میں عرشِ معلیٰ پر جا چمکا اور مہر رفعت اور شان دوبالا ہُوئی اور یہ جہاں تیرہ و تاریک نظر آیا۔ یہ جانِ ناتواں سخت گھبراتی تھی، سینہ پھٹتا جاتا تھا، عقل حیراں یہ کہتی تھی کہ وائے بے مہری آہ بیدادی ؎

یہ نہ تھی اُمید ہم کو ساقیٔ گلفام سے
دورِ ساغر میں ہمیں محروم رکھا جام سے

مُونسِ مہجوراں کا نسخہ دیکھ کر حاجی امداد اللہ صاحبؒ کا اظہارِ مسرّت

مونسِ مہجوراں کا ایک نسخہ حکیم ضیاء الدین صاحب نے تالیف کے بعد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے پاس مکہ معظمہ روانہ کیا تو حضرت حاجی صاحب نے حکیم صاحب کے نام حسبِ ذیل الفاظ میں اپنے جذبات کا اظہار فرمایا [۱]

رسالہ کہ در حالات حضرت حافظ	حضرت حافظ صاحب کے حالات
صاحب رحمۃ اللہ علیہ نوشتہ آید	میں آپ کا تالیف کیا ہُوا رسالہ پہنچا
رسید از مطالعہ اش بسیار	اس کے مطالعہ سے مجھے بے انتہا
خوش شدم از حرفش بوئے	خوشی ہوئی۔ اس کے الفاظ سے
محبت پیران می آید۔ خدائے	پیروں کی محبت کی بُو آتی ہے،
تعالیٰ قبول فرماید۔	اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

اس داستانِ درد والم کے پڑھنے کے بعد کون سا دل ایسا ہوگا جو نہ پسیجے

---

[۱] مکتوبات امدادیہ۔ امداد المشتاق مکتوب ۳۷ ص ۲۰۱

گا اور اس کے دل و دماغ پر اثر نہیں ہوگا، حافظ محمد ضامن صاحب کے حالات اس کتاب میں پڑھنے سے پہلے ایک شہید کی حیثیت سے عزّت تو ہمارے دل میں تھی لیکن ایک کامل اور باعمل ولی کی حیثیت سے اس کتاب کے پڑھنے کے بعد معلوم ہوئی ان حالات کے علاوہ جو حالات مختلف کتابوں میں پڑھے تھے ان کو ایک جگہ جمع کرنے کی فکر ہوئی۔ جن کتابوں میں حافظ محمد ضامن اور حکیم ضیاء الدین صاحب کے حالات تھے یہ کتابیں مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں تلاش کی گئیں۔ تذکرۃ الرشید مولانا محمد حشیم صاحب نائب مہتمم مدرسہ صولتیہ نے عنایت فرمائی۔ اور امداد المشتاق مکتبہ برہان دہلی شمائم امدادیہ اور ارواحِ ثلاثہ بھی مدرسہ کے کتب خانہ سے حاصل ہوئیں۔ ان کتابوں سے حضرت حافظ محمد ضامن اور حکیم ضیاء الدین رامپوری (سہارنپور) کے تذکرے اخذ کیے۔

مدرسہ صولتیہ کے قیام کے دوران تبرکات مؤلفہ مولوی نور الحسن راشد کاندھلوی کا ذکر مولانا محمد شریف قاسمی سیالکوٹی نے کیا اور کتاب فراہم کی۔ اس کتاب میں حکیم ضیاء الدین رامپوری (سہارنپور) کے مختصر حالات درج ہیں۔ کاندھلہ کے لوگوں کے اس میں کافی حالات ہیں، مختصر سی کتاب ہے لیکن اس کی معلومات کارآمد و مفید ہیں۔

"مونس مہجوراں" حکیم ضیاء الدین صاحب کی تالیف ہے جس میں حافظ محمد ضامن صاحب کے اچھے خاصے حالات درج ہیں، اب تک کسی نے حضرت حافظ محمد ضامن کے متعلق قلم نہیں اُٹھایا، نہ ہی کسی نے ان کے حالاتِ زندگی قلمبند کیے۔ حکیم صاحب کو ہی اس سلسلہ میں افضلیت و اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ حکیم صاحب نے حضرت حافظ محمد ضامن کے حالات تحریر فرما کر علمی طبقہ پر احسانِ عظیم کیا ہے کیونکہ ایسی

عظیم ہستی اب تک عالمِ گمنامی میں پڑی ہوئی تھی۔

مَیں "تذکرہ حافظ محمد ضامنؒ" کے ساتھ "مونسِ مہجوراں" کو بھی طبع کر رہا ہوں تاکہ یہ تاریخی کتاب زندہ و پائندہ ہو جائے۔ سردارِ شہیداں کی وجہ تسمیہ وہ عبارت ہے جس کو حکیم ضیاء الدین صاحب نے اپنے خواب میں سُنا تھا۔

مونسِ مہجوراں کی عبارت یہ ہے :

" حضرت (حافظ محمد ضامن) صاحبؒ کچھ اپنی شہادت کا حال فرمائیں تو بہتر ہے۔ ہم نے معلوم کیا تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ اللہ کا بڑا شکر ہے مجھ کو شہداء میں بڑا رُتبہ عنایت کیا ہے، یعنی شہیدوں کا سردار فرمایا "

جب اللہ رب العزت نے "سردارِ شہیداں" کا درجہ عطا کیا ہے تو ہم نے بھی یہی نام کتاب کا تجویز کیا یعنی "سردارِ شہیداں" اللہ میاں کے ارشاد کے خلاف ہم کیسے جا سکتے تھے۔

اس کتاب کو "مونسِ مہجوراں" کی وجہ سے یہ عزت حاصل ہوئی کہ اس کا مؤلف صاحبِ تذکرہ کا مُرید و خلیفہ ہے، دوسری عزت اس کو یہ حاصل ہوئی کہ یہ مطبوعاتِ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں شمار ہوئی، تیسری عزت اس کو یہ نصیب ہوئی کہ طبع ہو کر دُنیا کے سامنے آئی اور چوتھی عزت کا اضافہ اس طرح ہُوا کہ اس کی طباعت و کتابت وغیرہ تمام اخراجات برداشت کرنے کی ذمہ داری جناب مولانا محمد شمیم صاحب مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ اور مولوی محمد حشیم صاحب نائب مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ نے لی ہے اور اس کو نباہا بھی ہے اور ان ہی کے اخراجات سے یہ کتاب

چھپی ہے۔

تذکرۂ حافظ محمد ضامنؒ کے مآخذ

اس تذکرہ میں جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے اور اخذ کیا گیا ہے... وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مونسِ مہجوراں (قلمی) مؤلفہ حکیم ضیاء الدین رامپوری

۲۔ امداد المشتاق مرتبہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ

۳۔ شمائم امدادیہ مرتبہ " " " "

۴۔ ارواحِ ثلٰثہ مرتبہ " " " "

۵۔ تذکرۃ الرشید مولفہ مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ

۶۔ مکاتیب رشیدیہ

۷۔ کراماتِ امدادیہ، مولفہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ

۸۔ تبرکات، مؤلفہ مولوی نور الحسن راشد کاندھلوی

۹۔ فرنگیوں کا جال مولفہ مولانا امداد صابری دہلوی

۱۰۔ تاریخِ ہند مؤلفہ منشی ذکاء اللہ صاحب دہلوی

۱۱۔ حیاتِ امدادیہ مؤلفہ پروفیسر محمد انوار الحسن صاحب

۱۲۔ سیرت حاجی امداد اللہ مؤلفہ مولانا امداد صابری دہلوی

۱۳۔ امثالِ عبرت ۱۴۔ کلیاتِ امدادیہ

امداد صابری چوڑی والان دہلی

۱۳ / جون ۱۹۸۲ء

مؤلّف رسالہ مونس مہجوراں

جناب حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوریؒ

جناب حکیم ضیاء الدین صاحب کے والدِ ماجد غلام محی الدین تھے۔ اُن کے جدِّ امجد اکبر بادشاہ کے زمانہ میں سہارنپور آئے اور پھر قصبہ رامپور منہیاراں میں آباد ہُوئے۔

حکیم ضیاء الدین صاحب ۲۷ رمضان المبارک ۱۲۴۲ھ مطابق ۲۵ اپریل ۱۸۲۷ء کو قصبہ رامپور منہیاراں ضلع سہارنپور میں پیدا ہُوئے۔ حکیم صاحب بلند پایہ عالم اور حاذق طبیب تھے۔ آپ کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے شفا دی تھی۔ کوئی مریض مایوس نہیں جاتا تھا۔

حکیم ضیاء الدین صاحبؒ۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا محمد محدّث تھانویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ہمعصر تھے۔ حکیم صاحب جب بھی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے پاس جاتے تو بے تکلف اُن کی چارپائی پر لیٹ جاتے اور بیٹھ بھی جاتے تھے۔ حضرت مولانا کی چوکی پر وضو کرتے اور نوافل بھی اسی پر ادا کرتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ حکیم صاحب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی چارپائی پر لیٹے ہوتے اور حضرت مولانا پٹی کے برابر نیچے فرش

پر بیٹھ کر باتیں فرمانے لگتے تھے مگر اسی کے ساتھ حکیم صاحب حضرت مولانا کا حد درجہ لحاظ اور ادب بھی کرتے تھے۔

جب جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء شروع ہوئی تو شاملی ضلع مظفر نگر میں بھی یہ جنگ لڑی گئی۔ اس جنگ کے بارے میں مشورہ لیا گیا تو حضرت مولانا محمدؐ محدث تھانویؒ مخالف تھے۔ مشورہ کے وقت آپ نے اس کی مخالفت میں رائے دی۔ جنگِ آزادی میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت حافظ محمد ضامن صاحبؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ وغیرہ نے شرکت فرمائی، معرکہ ہُوا۔ انگریزی فوج بڑی تعداد میں ماری گئی، مجاہدین میں حضرت حافظ محمدؐ ضامن صاحبؒ شہید ہُوئے۔ حضرتِ مولانا محمدؐ قاسم صاحب نانوتویؒ زخمی ہُوئے۔ جنگ کی ناکامی کے بعد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے حکیم ضیاء الدین صاحب سے تعلقات ہونے کی وجہ سے اُن کے گھر پہنچے، مخبر کی اطلاع دینے کے بعد آپ اسی گھر سے گرفتار ہوئے۔ [۱]

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ چھ ماہ حوالات میں رہے۔ تحقیقات میں ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے رہا کر دیے گئے۔ آپ حضرت حاجی امداد اللہؒ سے دُوری برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ ۱۲۸۰ھ میں آپ نے حج کا ارادہ کیا جس میں آپ کے ساتھ حافظ وحید الدین صاحب، حاجی علاء الدین صاحب، حاجی محمدؐ یوسف صاحب، ڈپٹی عبد الحق صاحب اور حکیم ضیاء الدین صاحب بھی تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے مکہ معظمہ میں اس قافلہ کا استقبال بڑے شاندار طریقہ پر کیا۔

---

[۱] تذکرۃ الرشید۔ جلد دوم ص ۲۰۲

۱۲۹۴ھ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے دُوسرا حج کیا۔ جس میں آپ کے ساتھ ایک سو عُلماء اور معزّزین تھے اور قابلِ ذکر حضرات میں مولانا مُحمد قاسم صاحب نانوتویؒ، مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، مولانا رفیع الدین صاحبؒ، مولانا محمود الحسن صاحبؒ مولانا مُحمد منظر صاحبؒ، مولانا حکیم مُحمد حسن صاحبؒ، مولوی حکیم مُحمد اسماعیل صاحبؒ، مولوی سعادت علی انبہٹوی صاحبؒ، مولوی حافظ عبد الاوّل صاحبؒ، مولانا مُحمد مُنیر صاحب نانوتویؒ، مولوی احمد حسن صاحبؒ، مولانا الطاف الرحمٰن صاحبؒ کے ہمراہ حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری بھی تھے۔ حکیم صاحب حج سے فارغ ہونے کے بعد واپس ہندوستان چلے آئے۔ [1]

حکیم ضیاء صاحب کی بیعت اور حضرت حاجی صاحبؒ سے ارتباط و تعلق

جناب حکیم ضیاء الدین صاحبؒ، حضرت حافظ مُحمد ضامنؒ سے بیعت تھے، اور خلافت کا بھی اعزاز حاصل تھا۔ حافظ صاحبؒ کی شہادت کے بعد حکیم ضیاء الدین صاحب حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے بیعت ہُوئے اور خلافت بھی پائی۔ حکیم صاحب کی حضرت حاجی صاحب سے حجازِ مقدس میں خط و کتابت رہی۔ امداد المشتاق میں حضرت حاجی صاحب کے سولہ خطوط حکیم صاحب کے نام درج ہیں۔ جن میں تصوف کے مسائل اور حکیم صاحب کے خانگی معاملات میں حضرت حاجی صاحبؒ کے مشورے شامل ہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ حکیم صاحبؒ کو جو مشورہ دیتے تھے وہ اس پر عمل کرتے تھے۔ اہم مسائل پر جو خطوط ہیں وہ نقل

---

[1] تذکرۃ الرشید جلد دوم صہ ۲۳۹

کیے جاتے ہیں۔

رنج وغم کے بارے میں حاجی صاحبؒ کی وصیّت

حضرت حاجی صاحبؒ نے اپنے خط میں جناب حکیم ضیاء الدین صاحب کو رنج وغم کے بارے میں تحریر فرمایا ہے۔

(۱) "یہ مردانِ خدا کے لیے مسرت کا باعث ہوتے ہیں، سرور وانبساط کا چشمہ اعلیٰ علیین پر لگا ہُوا ہے، ہراساں نہ ہوں، خدا پر نظر رکھیں۔ وہ اپنے بندوں پر ماں باپ سے زیادہ شفیق ومہربان ہے۔"

(۲) "عزیزانِ من! یہ تمام مکروہات اور آزمائش جو اپنے دوستوں پر آتی ہے اس کم نصیب کی شامت کی خرابی ہے کہ اس فقیر کے ساتھ رابطہ اتحاد کا رکھتے ہیں، اے عزیز! یہ تمھارا حُسنِ ظن ہے ورنہ یہ بندہ گنہگار اپنے کرداروں سے شرمندہ ہے، مالک الملک، ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین اپنے بندوں کی محنت رائیگاں نہیں کرتا ہے اگرچہ ظاہر میں ایسے لوگ کسی کم حوصلہ کی نظر میں رنج اور آزمائش میں مُبتلا ہوتے ہیں مگر ان کے سرور وانبساط کا چشمہ اعلیٰ علیین پر لگا ہُوا ہے، الحمد للہ۔ آخر میں میرے عزیز دلی اور راحت اور رُوح پرور مردانِ خُدا ایسے مسرور رہتے ہیں جیسے اقبال وشرف کے زمانہ میں۔ اس لیے کہ ہر آن اور ہر دم رضائے الٰہی کے متلاشی رہتے ہیں اور اپنی خودی سے دُور رہتے ہیں۔

حکم حق را بر سر در دی نہند   حفظ فکر خویش یکسو می نہند

خدا تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور ثابت قدم او رمردانہ رکھے۔ آمین

(۳) عزیزانِ من ! خاطر جمع رکھو اور ہراساں اور نا اُمید نہ ہو اور خدا پر نظر رکھو، دُعا کرتے رہو، بارگاہِ ارحم الرحمین و اکرم الاکرمین وغیاث المستغیثین سے جو اپنے بندوں پر ماں باپ سے زیادہ شفیق و مہربان ہے ایسی امید ہے کہ میرے دلی عزیز و راحتِ رُوح کو اپنی بے انتہا عنایت کی برکت سے آزمائش سے نجات دے گا اور دشمنوں، حاسدوں و بدخواہوں کو نادم پریشان کرے گا اور ہم عاجزوں اور غمزدوں کو اپنی کثیر رحمت سے شاداں و سرور کرے گا۔ آمین

حضرت حاجی صاحبؒ نے ایک خط میں حکیم صاحب کے درجاتِ عالیہ پر مبارکباد دی تھی۔ حکیم صاحب ہجرت کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ حضرت حاجی صاحب سے مشورہ لیا تو آپ نے مہاجرین کے حالات سے باخبر کیا کہ یہ مسئلہ نازک ہے میں کوئی مشورہ نہیں دے سکتا۔

ہجرت کے متعلق حاجی صاحبؒ کی رائے

حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے ہجرت کے بارے میں جو رائے دی تھی وہ اسی زمانہ تک محدود نہیں تھی بلکہ جب تک دُنیا قائم ہے وہ اس وقت تک کے لیے ہے۔ اس پر عمل کیا جائے تو کوئی پریشانی نہیں ہوگی، وہ قیمتی رائے ذہن نشین کر لینی چاہیئے۔

آں عزیز کے تین خط ایک مرقومہ ۱۸ ربیع الاوّل دوسرا ۲۱ جمادی الثانی

تیسرا ۱۷ رمضان شریف ۱۲۸۳ھ مدینہ منورہ سے واپسی کے بعد وصول ہوئے، ان کے مضامین سے مسرتیں حاصل ہوئیں۔ اوّل خط میں کیفیات کے ساتھ اقسام باطنی واردات اور لذت کا حصول مرقوم تھا جن کے معلوم ہونے سے بہت سرور ہوا، سجدۂ شکر ادا کیا، اللھم زد فزد، عزیز جانم شکر کا مقام ہے ع

کیں دولت سرمد ہمہ کس را نہ دہند

جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں بہت سے مردان طالب حق اس راہ میں بے شمار کوشش وسعی اور بے انتہا زہد اختیار کرتے ہیں اور سالہا سال خونِ جگر پیتے ہیں تاہم دسواں حصہ اس مرتبہ کا حاصل نہیں ہوتا جو تم کو باوجود قلتِ محنت کے فضلِ الٰہی سے حاصل ہوا اور قصد ہجرت کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا تو اے عزیز از جان اس سے کیا بہتر ہے خدا تعالٰی مبارک کرے مگر اے عزیز اس وقت مہاجرین کے جو حالات دیکھے جا رہے ہیں اس پر افسوس ہوتا ہے یعنی جو صلاحیت و دین داری ہند میں رکھتے تھے یہاں اکثر اس میں نقصان واقع ہو جاتا ہے اور خصوصًا عبادت اور ذکر و شغل الٰہی میں زیادہ خلل پڑ جاتا ہے اور سوائے فکر شکم و عورت کچھ باقی نہیں رہتا۔ اے عزیز ہجرت اوصافِ ذمیمہ سے اوصافِ حمیدہ کی طرف ہونی چاہیئے جیسا کہ توکل و قناعت و رضا و تسلیم وغیرہ کہ دائمی فرض ہے تاکہ ظاہری ہجرت درست ہو سکے اس لیے بدون اوّل ہجرت کے دوسری ہجرت ٹھیک نہیں ہوتی لہٰذا یہ احقر اس بارے میں کہ نازک معاملہ ہے کچھ نہیں کہتا ہے نہ منع کرتا ہے نہ اجازت دیتا ہے مگر یہ مناسب ہے کہ اپنے ارادہ کو دل میں جما کر بجناب صفت ایجاب ملتجی ہوں اور استخارہ کرتے رہیں کہ اے رب العلمین اگر یہ

بات خیر ہم جیسے ضعیفوں اور عاصیوں کے حق میں بہتر ہو تو آپ راضی ہوں تو اس امرِ خیر کا سامان مہیا کر دیجیے ورنہ جس جگہ رکھے اپنی رضا اور اتباعِ شریعت میں رکھے اور اسی میں مارے اور اسی میں اُٹھائے۔ آمین

نکاحِ ثانی کے متعلق حضرت حاجی صاحب کی ہدایت

حکیم ضیاء الدین صاحب کی اہلیہ کے انتقال پر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نے حکیم ضیاء الدین صاحب کو خط لکھا جس میں دُوسری شادی کے بارے میں کسی بیوہ سے کرنے کا مشورہ دیا۔

" سابق وحال خط آخر شوال ۱۲۸۰ھ میں پہنچے۔ اس درمیان میں کسی کا خط نہیں آیا، متعجب تھا کہ باوجود تقاضے کے تمام قافلہ غافل ہو گیا خیر معلوم ہُوا کہ دیر راستے میں ہُوئی، ان کی مندرجہ کیفیات سے خوش ہُوا اور تمام قافلہ کے وطن میں خیریت سے پہنچنے پر مطمئن ہُوا مگر عزیزہ حمیدن مرحومہ کے انتقال سے البتہ رنج ہُوا کہ اپنے تمام اقربا کو رنج وغم کا داغ دے کر چلی گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، خداوند تعالیٰ تمام عزیزوں کو صبر عطا فرمائے اور اس کا نعم البدل عنایت فرمائے (آمین) نکاح کے بارے میں علماء کے ارشاد کے مطابق عمل کرنا چاہیئے مگر فقیر کے خیال میں بیوہ سے بہتر معلوم ہوتا ہے۔ تم کو مناسب ہے کہ علماء کرام کے حکم کو مقدم رکھو"۔

حکیم ضیاء الدین صاحب نے جب ایک بیوہ خاتون حفیظ النساء سے عقدِ ثانی کر لیا تو حضرت حاجی صاحب بہت خوش ہوئے۔ حفیظ النساء صاحبہ کی سعید النساء

حقیقی بہن تھیں وہ اس نکاح سے ناراض تھیں، سعید النساء حضرت حاجی صاحبؒ سے بیعت تھیں۔ انھوں نے حضرت حاجی صاحب کو ایک جوڑا بھیجا تو آپ نے جوڑا لے تو لیا لیکن قبول نہیں کیا اور اپنے اس خط میں سعید النساء کو تحریر فرمایا جب تک تم اپنی بہن کو راضی نہ کرو گی اور اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرو گی تب تک میں بھی تم سے خوش نہ ہونگا اور تمھارا جوڑا قبول نہ کروں گا۔

" فقیر امداد اللہ کی طرف سے سعید النساء کو بعد سلام و دُعاء خیر کے واضح ہو کہ بعض خطوں سے معلوم ہُوا ہے کہ تم نے ہمشیرہ حفیظن کو بسبب نکاح ثانی جو سنّت اور ثواب ہے چھوڑ دیا اور اپنے بھائی کی رضامندی کے واسطے اللہ اور رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ناراض کیا۔ اس بات سے مجھ کو بہت رنج ہُوا اور تم نے زنانہ جوڑا کپڑوں کا بھیجا تھا اور اپنی محبت اور اعتقاد ہم سے ظاہر کیا تھا تو اے عزیزہ جب تم اللہ اور رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو اور اپنے مُرشد کو ناراض کرتی ہو کچھ کام نہ آئیں گے انجام کو جانی دشمن ہوں گے۔ بس ذرا ہوش کرو اور خباثت جس کو عزت سمجھتی ہو دل سے دُور کرو اور اپنے مالکِ حقیقی کی تابعداری میں کمر باندھو اور وہ عمل کرو جس سے اللہ اور رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) راضی ہوں اور جس طرح ہو سکے اپنی بہن سے عُذر کرو اور کہا سُنا معاف کراؤ اور اگر اس سلسلہ میں بھائی خفا ہوں تو ہونے دو، اللہ اور رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو ناراض کرنا اچھا نہیں اور میری طرف سے اپنے بھائی کو بعد سلام کہنا کہ اے عزیز از جان اللہ سے ڈرو اور توبہ کرو۔"

حکیم ضیاء الدین صاحب نے ایسی جگہ ملازمت کر لی تھی جہاں اُمراء اور معززین کا زیادہ آنا جانا تھا جس سے حکیم صاحب کو سخت وحشت ہوتی تھی اس لیے ملازمت

سے دل اُچاٹ ہو گیا۔ حضرت حاجی صاحبؒ کو تحریر کیا تو آپ نے حکیم صاحب کو جواب لکھا کہ "ہلاکت و تباہی" ہے۔

"عزیزمن لکھا تھا کہ حسبِ خواہشِ نفس اور دوسرے وجوہ کے باعث یہاں ملازمت کی تھی مگر ایک شرم اور غیرت ملازمت کی ہوتی تھی اور چونکہ صحبت و ملازمت اُمراء کی ہوتی تھی اس لیے تکدر رہتا تھا اور اکثر اوقات بھی ضائع ہوتے تھے۔ بہر چند اپنی پریشانی کا حال بخدمت مولانا رشید احمد صاحب سلمہٗ عرض کیا۔ یہاں کی ملازمت سے مضطر و پریشان ہُوں اگر ارشاد ہو تو چھوڑ دُوں، مولانا نے فرمایا کہ نوکری پریشانی دُور کرنے کے لیے تھی جب اسی میں تشویش ہے چھوڑ دو، عزیزمن طالبانِ حق کی ملازمت و نوکری فقر و فاقہ، صبر و توکل، قناعت و رضا، تسلیم کی نوکری و ملازمت ہے اور سلاطین امراء کی ملازمت اور ان کی دربار داری کو اپنی ہلاکت و تباہی جانتے ہیں۔ عزیزمن گوشۂ توکل اختیار کر کے ایک جگہ بیٹھو اور خدا پر نظر رکھو اپنے کام میں مشغول رہو کہ مقصود اصلی ہے اور جملہ امور کو حق تعالیٰ کے سپرد کرو اور راضی برضائے حق رہو اور ماسوا سے مستغنی و بے پرواہ ہو کر حق کے محتاج رہو تا کہ غنائے دارین اور راحتِ دو جہاں حاصل ہو۔"

حاجی صاحبؒ کا اختلافات سے روکنا

حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ اختلافی مسائل کو سخت ناپسند فرماتے تھے، اور بحث و مباحثے سے منع فرماتے تھے، ذکر و اشغال کی طرف متوجہ فرماتے تھے، اور مخصوص کتابوں کے مطالعہ کے لیے ہدایت فرماتے تھے، شادی بیاہ میں فضول خرچی

کرنے اور قرض لینے سے منع فرماتے تھے ان باتوں کی ہدایتیں اپنے خطوط میں فرماتے ہیں۔

"حتی المقدور اختلافات و تکرارات سے کہ فی زمانہ موجود ہیں پرہیز کریں اور خلوت و تنہائی اختیار کریں، ذکر و اشغال میں مصروف رہیں اور تمام امور میں خُدا پر نظر رکھیں، فقر و فاقہ کو اپنا فخر و عزت سمجھیں اور مخالفین کے کلام پر صبر کریں اور جواب میں مشغول نہ ہوں اور کتاب کیمیائے سعادت اور احیاء العلوم کا ترجمہ ہو گیا ہے اور مثنوی شریف کا مطالعہ بوقتِ فرصت کریں۔ حافظ محمد یوسف کی بیٹی کا نکاح ہے خدا مبارک کرے کوئی بات فضول نہ کریں اور قرض سے بھی بمقدور پرہیز کریں، جو کچھ موجود ہو کام میں لائیں اگر ممکن ہو تو برخوردار مقصود احمد اور اُس کے فرزند کو ہمراہ کسی آنے والے کے اس طرف روانہ کریں، مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی کے مدرسہ میں پڑھے گا، خرچ راہ احمد حسین کے مبلغ میں سے کہ نزد مولوی رشید احمد امانت ہے پچاس روپے لے کر لانے والے کے حوالے کر دیں توقف نہ ہو۔"

حضرت حاجی صاحبؒ کا زُہد و استغناء

حکیم ضیاء الدین صاحب نے اپنے حلقہ سے اٹھائیس روپے جمع کر کے حاجی صاحبؒ کے لیے بھیجے۔ اس طریقہ کو حضرت حاجی صاحبؒ نے پسند نہیں فرمایا، اور تحریر فرمایا کہ "فقیر عزیزوں کے لیے دو جہاں کی بہبودی چاہتا ہے ان کے مال پر نظر نہیں ہے"۔

"دو خط جن میں سے ایک بذریعۂ ڈاک، دوسرا حافظ عبد القیوم کے ہمراہ مع

مبلغ اٹھائیس روپے آپ کے مرسلہ پہنچے اور دونوں خطوں میں حالات سے آگاہی ہوئی ، آپ نے دوسرے عزیزوں سے کچھ مبلغ فقیر کے لیے جمع کر کے بھیجا ہے ۔ فقیر کی مرضی کے خلاف ہے اس سے پہلے آپ مکے آنے کے وقت اور عزیزوں سے کچھ مبلغ فقیر کے لیے جمع کر کے لائے تھے اگرچہ اُس وقت بھی مکروہ جانا تھا مگر آپ کی خاطر سے قبول کر لیا تھا اور کچھ نہیں کہا تھا ، اب پھر آپ نے ایسا ہی کیا ہے اچھا نہیں کیا " فقیر آں عزیزوں کی دوجہان کی بہبودی چاہتا ہے ان کے مال پر نظر نہیں ہے "۔ حق تعالیٰ ان کو خوش و خرّم رکھے اور اپنی رضامندی نصیب کرے اگر آپ راہِ راست پر ہیں تو فقیر خوش ہے آپ کے حق میں دُعائے خیر کرتا ہے ورنہ پرواہ نہیں رکھتا ۔ الحمد للہ اب فقیر کا گزارہ توکل پر ہے حاجت سے زیادہ دیتا ہے "۔

مسئلہ مولود پر حاجی صاحبؒ کا نظریہ

حضرت حاجی صاحبؒ مولود شریف کے قائل تھے مولانا عبد السمیع بیدل اور مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا خلیل احمد کے درمیان چند مسائل پر سخت اختلاف پیدا ہو گیا تھا ۔ حکیم ضیاء الدین صاحب ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے ہمخیال تھے ، ایک خط جو حکیم ضیاء الدین کے نام تھا اس میں حضرت حاجی صاحبؒ نے دونوں کو آپس میں اُلجھنے سے منع فرمایا ۔

" مسئلہ مولود شریف اختلافی ہے نفس ذکر مولود شریف کے جواز میں کسی کو شک نہیں بلکہ مستحب ہے اور قیود و زوائد جو روز بروز ہوتے جاتے ہیں البتہ مُوجب فساد فی الدین ہیں ۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرو کہ

ان سے بھائی مسلمانوں کو بچائے، مولوی عبدالسمیع صاحب کو بھی فہمائش کی جائے گی تم کو بھی مناسب ہے اختلاف کو راہ نہ دو، مولوی رشید احمد صاحب سے اس مقدمہ میں کہا گیا ہے جو وہ فرمائیں اس پر عمل کرنا چاہیئے گویا یہ کہنا فقیر کا ہے۔"

مُلاقات کے لیے حافظ محمد ضامنؒ کا حکیم ضیاء الدین کے نام خط

جہادِ آزادی میں شرکت کے لیے حافظ محمد ضامن صاحبؒ کافی پہلے سے تیار تھے۔ ایک ہفتہ قبل پہلے حکیم صاحب کو حضرت حافظ صاحب نے اپنی ملاقات کرنے کے لیے حسب ذیل خط تحریر کیا جس میں آپ نے اس مسئلہ پر تبادلۂ خیال کیا ہوگا۔

"حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے شہید ہونے سے ہفتہ عشرہ پہلے اس نالائق کو ایک عنایت نامہ تحریر فرمایا تھا اس کا ترجمہ درج کرتا ہوں۔

"برادرِ دینی حکیم محمد ضیاء الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم واضح ہو کہ تمہاری تحریر کے مطابق میرا دل ملاقات کا خواہشمند ہے، ضروری ہے، کہ اس خط کے ملنے کے فوراً بعد اپنے آپ کو یہاں پہنچاؤ، ایسا نہ ہو کہ توقف میں ملاقات کی حسرت دل میں رہ جائے۔ عاقل کو اشارہ کافی ہے۔ باقی حالات بروقت ملاقات بیان کیے جائیں گے۔ اس تحریر سے بھی صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی شہادت کا حال معلوم ہو گیا ہو گا اور بعض باتیں بمقتضائے وقت لکھنی مناسب نہیں اس لیے مجبوراً روک لی گئیں۔"

شہادت کے بعد حافظ محمد ضامنؒ کے درجات

حافظ محمد ضامن صاحبؒ کو شہادت کے بعد جو درجات حاصل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے انعامات سے نوازا اور حکیم صاحب پر بھی توجہ فرمائی۔ حکیم صاحب پر یہ حالات بذریعہ خواب منکشف ہوئے وہ درج ذیل ہیں:

(۱) بعد شہادت حضرت پیر و مُرشد رحمۃ اللہ علیہ یہ نالائق و گنہگار بدون مربی اور سرپرست کے حیران و پریشان تھا۔ ایک روز خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور مجھ کو سامنے بٹھلایا اور میرے حال پر توجہ فرمائی، ایک عرصہ تک فیضیاب صحبت رہا اور بعد بیداری کے بھی کیفیتِ توجہ کا اثر باقی رہا۔ چند مرتبہ اسی طرح تربیتِ حال اس نالائق و نابکار کی فرمائی اور ایک دفعہ کچھ فتور حال محل وقت میرے کا ہوا، خواب میں فرمایا کہ تھوڑا کھایا کرو اور لباس جیسا ملے ویسا پہن لیا کرو، چند مدت ایسا معاملہ رہا کہ حیات و ممات کا چنداں فرق نہ تھا مگر وائے قسمت کہ صورت مراد پوری نظر نہ آئی۔''

(۲) ایک روز یہ نالائق بعد نماز صبح کیا دیکھتا ہے کہ حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں، میرے روبرو تخت پر چار زانو بیٹھے ہوئے ہیں، بہت دیر تک جلوہ فرما رہے اور نہایت وقار اور شوکت سے سفید لباس نئی وضع کا ایک باریک سبز رنگ کا رومال دونوں شانوں پر پڑا ہوا اور ایک تاج طلائی مرصع مینا کا مروارید و ہیرے سے آراستہ سر پر اور دو بازوبند اور ایک ہار مرصع، مینا کار جواہرات سے جڑے ہوئے کہ ایسا مینا اور جڑاؤ کبھی نظر سے نہیں گزرا، زیب تن

تھا۔ اس قدر شوکت اور فرحت اس شانِ باکمال میں تھی کہ خارج از بیان ہے اس وقت کیا ظہورِ نور اور عجیب فرحت و سرور تھا، سُبحان اللہ، جیسا کہ بہشتیوں کا لباس، جو شان حدیثوں میں سُنا کرتے تھے بتوجہ حضرت پیر و مُرشد آنکھوں سے دیکھا۔ یہ صرف شفقت مُرشد رحمہ اللہ علیہ کی ہے ورنہ مجھ کو ایسی بصیرت کہاں؟

(۳) ایک روز یہ نالائق دُوسرا معاملہ کیا دیکھتا ہے کہ ایک صحرا وسیع ہمراہ سبزہ زار ہے اس کی وسعت و فرحت کا کچھ بیان نہیں ہو سکتا، اس میدانِ سبزہ زار میں ایک درخت اس قدر بلند ہے کہ سرا اُس کا آسمان کے قریب مِلا ہُوا ہے، چند شاخیں اس کی سر جُھکائے جُھوم رہی ہیں اور اُن میں کھجور جیسے خوشے نہایت خوش وضعی کے ساتھ لٹکے ہُوئے ہیں اور ان شاخوں کے نیچے معلق ہوا پر ایک تخت نشین خوبصورت قائم ہے اس پر حضرت پیر و مرشد جلوہ فرما ہیں اور وہ شاخیں سرِ مُبارک پر سایہ فگن ہیں، عجیب آن بان شان و شوکت اس باکمال میں ٹپکتی تھی۔ یہ حالات دیکھ کر اس قدر فرحت و اطمینان اور جمعیتِ خاطر حاصل ہوئی۔ جب اس حالت میں دیکھا تو اس نالائق کے دل میں خیال آیا کہ حضرت کچھ حال اپنی شہادت کا ارشاد فرمائیں تو بہتر ہے، ہم نے معلوم کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا اللہ کا بڑا شکر ہے مجھ کو شہداء میں بہت بڑا رُتبہ عنایت کیا یعنی شہیدوں کا سردار فرمایا اور بڑی نعمتیں عطا ہوئیں[۱]

رسالہ مُونسِ مہجوراں کی تالیف

حکیم صاحب حضرت حافظ محمد ضامنؒ کے ساتھ تھانہ بھون میں رہتے تھے۔

---

[۱] مونسِ مہجوراں ص ۱۵

حافظ صاحب نے حکیم صاحب کو ہدایت فرمائی تھی کہ تم تھانہ بھون کو اپنا وطن نہ بنانا، رام پور یا کاندھلہ میں قیام کرنا۔ آپ نے رام پور منہیاراں میں سکونت اختیار کی، اس لیے حکیم صاحب حضرت حافظ محمد ضامن صاحب کی شہادت کے بعد رام پور منہیاراں میں آباد ہو گئے جہاں حضرت حافظ محمد ضامن صاحبؒ کے حالات پر ایک کتاب "مونسِ مہجوراں" تالیف کی جس کا ایک نسخہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کو مکہ معظمہ بھیجا، جس کے بارے میں حضرت حاجی صاحبؒ نے اپنے ایک خط میں یہ تحریر فرمایا:

رسالہ کہ در حالات حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نوشتہ آید رسید از مطالعہ اش بسیار خوش شدم، از حرفش بوئے محبت پیراں می آید۔ خدائے تعالیٰ قبول فرماید [1]

حضرت حافظ (محمد ضامن) صاحب کے حالات میں آپ کا تالیف کیا ہوا رسالہ پہنچا۔ اس کے مطالعہ سے مجھے بے حد خوشی ہوئی۔ اس کے الفاظ سے پیروں سے محبت کی بُو آتی ہے۔ اللہ تعالےٰ قبول فرمائیں۔

یہ رسالہ کتب خانہ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں محفوظ ہے اس کا دُوسرا نسخہ رامپور میں تھا۔

حکیم ضیاء الدین صاحب کی وفات

حکیم ضیاء الدین صاحب ۱۳۰۵ھ سے ۱۳۱۲ھ تک (سات سال) مدرسہ دارالعلوم دیوبند کی مجلسِ شوریٰ کے رُکن رہے۔ ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ کو

---

[1] امداد المشتاق ص ۴۰۱

انتقال فرمایا۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اپنے ایک خط میں حکیم صاحب کی وفات کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ "البتہ ایک نیا حادثہ واقع ہُوا کہ حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری نے ۲۸ ؍ رمضان المبارک کو اس دُنیا سے انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور ان کی مفارقت سے ہم کو سخت رنج ہے" [1]

---

[1] مکاتیب رشیدیہ ص۱۰۶ و تبرکات ص۵۰

حضرت حافظ محمد ضامن علی صاحبؒ

سلسلۂ نسب

حافظ محمد ضامن صاحب کا سلسلۂ نسب حضرت عمر فاروقؓ سے ملتا ہے، آپ کا خاندان اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کا خاندان ایک ہی تھا، آپ کے جدِ امجد شیخ محمد عبداللہ صاحب کے دو صاحبزادے شیخ بلاقی اور شیخ عبدالکریم ثانی تھے، حضرت حاجی صاحب شیخ بلاقی کی اور حضرت حافظ ضامن صاحب شیخ عبدالکریم ثانی کی اولاد تھے۔

قاضی سراج الدین بن شیخ عبدالرحیم بن عبدالکریم بن شیخ محمد بن عبداللہ بن شیخ عبدالکریم ثانی بن حافظ شیخ نتھو بن شیخ عبدالغنی بن شیخ امام بخش بن حضرت حافظ محمد ضامن۔

قاضی سراج الدین بن قاضی چندن متوفی ۸۵۱ھ بن قاضی محمد موسیٰ عہدِ اکبری میں حیات تھے (۹۸۲ھ) بن قاضی نصر اللہ (فاتح تھانیسر) بن قاضی محمد

یعقوب بن شیخ نظام الدین کے تین صاحبزادے شیخ عبداللہ قاضی محمد آدم، شیخ عبدالرحیم ہوئے۔

حضرت حافظ محمد ضامن صاحب کے دادا شیخ عبدالغنی تھے۔ جن کا یہ واقعہ مشہور ہے۔

دہلی میں چند مشائخ کامل ہم عصر تھے، چشتیہ نظامیہ میں حضرت شاہ فخر الدین اور قادریہ میں حضرت میر درد صاحب، نقشبندیہ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور صابریہ میں حضرت غلام سادات۔ حضرت غلام سادات صاحب کے تھانہ بھون میں اکثر مرید تھے جس کی وجہ سے وہ وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ آئے تمام لوگ ملاقات کے لیے گئے مگر حافظ ضامن صاحب کے دادا عبدالغنی صاحب حاضر نہ ہوئے۔ آپ نے دریافت کیا کہ عبدالغنی کیوں نہیں آئے لوگوں نے عرض کیا کہ اُن کا ایک حسین وجمیل جوان لڑکا انتقال کر گیا ہے جس کے صدمہ سے وہ مخبوط الحواس ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایک دفعہ ان کو میرے پاس لاؤ۔ مگر وہ نہ گئے، اتفاقاً راستہ میں حضرت غلام سادات کو مل گئے۔ آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا "عشق با مردہ نباشد پائیدار" اسی وقت ان کا خبط جاتا رہا اور عشقِ حق غالب ہو گیا۔ مسجد میں بیٹھ گئے اور خدا کی راہ میں فوت ہوئے [1]

حافظ محمد ضامنؒ کی ولادت

حضرت حافظ محمد ضامن صاحب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] امداد المشتاق برہان بک ڈپو دہلی ۱۹۸۱ء ص ۱۲۵

سے چند سال بڑے تھے۔ حضرت حاجی صاحب ۱۲۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔ حافظ صاحب کی تعلیم کیا تھی یقیناً فارغ التحصیل عالم ہوں گے اور عالم نہ ہوں گے تو عالموں سے کم نہ ہوں گے، بعض شخصیتیں ایک ہی بات سے مشہور ہو جاتی ہیں اور اُن کی باقی خوبیاں دب جاتی ہیں۔ حافظ صاحب کی خوبی اُن کی تمام فضیلتوں پر غالب آگئی۔ یہ تو مسلمہ ہے کہ حضرت میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانویؒ کے تین حضرات حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی، مولانا شیخ محمد محدث اور حضرت حافظ محمد ضامن صاحب مخصوص مُرید تھے۔ حضرت حاجی صاحب رُوحانی اعتبار سے ان تینوں میں نمایاں تھے لیکن حضرت میاں جی نور محمد صاحب نے خلافت حضرت حافظ محمد ضامن صاحب کو عطا فرمائی، حافظ صاحب بھی روحانی اعتبار سے بہت بلند تھے۔

حافظ صاحب کی بیعت

شروع میں جب حضرت حافظ محمد ضامن صاحب حضرت میاں جی نور محمد صاحبؒ سے بیعت ہونے کے لیے گئے تو آپ نے انکار فرمایا۔ آپ کو انکار مقصود نہ تھا بلکہ دیکھنا یہ تھا کہ طلب و خواہش کتنی ہے؟ انکار کے بعد حافظ صاحب نے حضرت میاں جی نور محمد صاحب کے پاس جانا بند نہیں کیا بلکہ برابر تشریف لے جاتے رہے بولتے کچھ نہیں تھے جا کر خاموش بیٹھ جاتے تھے۔ جب دو تین مہینے آتے جاتے گزر گئے تو ایک دن حضرت میاں جی نور محمد صاحب نے حافظ صاحب سے پُوچھا کیا اب بھی تمہارا وہی خیال ہے یعنی بیعت ہونا چاہتے ہو؟ حافظ صاحب نے عرض کیا میں اسی خیال سے آرہا ہوں مگر خلافِ ادب ہونے کی وجہ سے کچھ

نہیں کہتا تھا اور نہ اصرار کرتا ہوں، اس پر حضرت میاں صاحب نے خوش ہوکر فرمایا، اچھا وضو کرکے دو رکعت نفل پڑھ کر آؤ، آپ نے حضرت حافظ صاحب کو مُرید فرمایا[1] اور حافظ صاحب سے فرمایا تم آیتِ کریمہ ایک لاکھ پچیس ہزار مرتبہ پڑھا کرو، آپ نے آیتِ کریمہ بعد نمازِ عصر پڑھنی شروع کی اور اگلے روز عصر تک ختم فرماکر اس جگہ سے اُٹھے، اور اس ایک رات دن میں بجز ضروری حاجات اور نماز وغیرہ کے کوئی اور کام نہیں کیا، اس کے بعد حافظ صاحب کو حضرت میاں جی نے دیگر اذکار و اشغال کی تلقین فرمائی تو اسی ہمت و استقلال کے ساتھ آپ نے ان کو بھی انجام دیا۔ چند روز بعد حبسِ دم کی مشق فرمائی، ایک دم میں ذکرِ نفی اثبات معہ شرائط پانچہزار مرتبہ تک پہنچا کر چھوڑ دیا۔ زیادہ کی ضرورت نہیں سمجھی، کئی سال تک صرف آدھ پاؤ کی مقدار میں کھانا تناول فرمایا۔ اور شیخ کے ساتھ اس قدر ربط پیدا کر لیا تھا کہ فنا فی الشیخ ہو گئے تھے بلکہ اکثر صورت بعینہٖ حضرت میاں جی نور محمد کی معلوم ہُوا کرتی تھی۔

حضرت حافظ محمد ضامن صاحب بیشتر وقت عبادتِ الٰہی میں گزارتے تھے، رمضان شریف میں تو رات کو سونا موقوف کر دیتے تھے۔ ۱۵ تاریخ شب برات سے آخری رمضان تک تمام شب سربسجود رہتے تھے اور سوائے عبادتِ الٰہی کے اور کام نہیں تھا۔ کچھ عرصہ میں آپ نے مراحلِ سلوک طے فرماکر اس قدر کمال پیدا کیا اور وسعتِ حال حاصل ہوئی کہ خارج از بیان ہے اس وقت کے تمام درویش صوفی اور ولی آپ کو پیشوائے دین سمجھتے تھے[2]۔ اور خاص و عام آپ کے حال و

---

[1] ارواحِ ثلٰثہ صـ۲۱۴ [2] مونس مہجوراں صـ۲۳

مقام کے معترف تھے۔

حضرت حافظ محمد ضامن صاحبؒ کو اپنے شیخ حضرت میاں جی نور محمد صاحب سے انتہائی محبت وعقیدت تھی، آپ اپنے مُرشد کے ہمراہ اُن کا جوتا بغل میں لے کر اور توبڑہ[1] گردن میں ڈال کر جھنجھانہ جاتے تھے، ان کے صاحبزادے کی سسرال بھی جھنجھانہ میں تھی، لوگوں نے آپ سے کہا آپ کا اس حالت میں جانا مناسب نہیں، وہ لوگ آپ کو حقیر سمجھ کر رشتہ نہ توڑ ڈالیں، حافظ صاحب نے فرمایا رشتہ کی ایسی تیسی مَیں اس طرح جانا ہرگز نہ چھوڑوں گا۔

حافظ صاحبؒ کی خلافت

حضرت حافظ محمد ضامن صاحب نے حضرت میاں جی نُور محمد صاحب کی خدمت میں کافی وقت گزارا اور فیض بھی بےحد پایا، اس لیے حضرت میاں جی نے اپنی زندگی میں حضرت حافظ صاحب کو اپنا خلیفہ مقرر فرما دیا تھا۔ چنانچہ اس واقعہ کو حضرت حاجی امداداللہ صاحب نے اس طرح بیان کیا ہے۔

ایک دفعہ میرے حضرت میاں جی نور محمد صاحب بعد نمازِ جُمعہ وصیت کرنے لگے جس سے لوہاری والے بہت مغموم ہُوئے اور عرض کیا کہ ہم تو جانتے تھے کہ ہمارے گھر میں دولت رکھی ہے جب چاہیں گے مستفید ہوں گے۔ آپ کی باتوں سے ہمارا دل پاش پاش ہُوا جاتا ہے۔ ارشاد ہُوا گھبراؤ نہیں میرے بہت سے یار تمہارے پاس موجود ہیں، ان کو میرا قائم مقام سمجھو خصوصاً حافظ محمد ضامن صاحب کو، حضرت

---

[1] وہ تھیلا جس میں گھوڑے کو دانہ کھلایا جاتا ہے

پیرو مرشد نے مجمع عام میں بالتصریح خلیفہ بنایا اور ضمناً ہم لوگوں کو بھی مجاز کیا۔ البتہ خاص لوگوں سے بالتصریح یہ بھی فرمایا کہ ہم نے فلاں فلاں کو اجازت دی، اس کے بعد حضرت بیمار ہو گئے، فرمایا کہ مجھے میرے وطن جھنجھانہ لے چلو، جب آپ تھانہ بھون تشریف لائے اور مسجد کے پاس میانہ رکھوایا۔ میں بھی حاضر ہوا، حضرت نے فرمایا کہ تم مجرد تھے اور حضرت حافظ محمد ضامن و مولوی شیخ محمد صاحب عیالدار، میرا ارادہ تھا کہ تم سے مجاہدہ و ریاضت لوں گا مشیت باری سے چارہ نہیں، عمر نے وفا نہ کی، جب حضرت نے یہ فقرہ فرمایا میں چارپائی کی پٹی پکڑ کر رونے لگا۔ حضرت نے تشفی دی اور فرمایا کہ فقیر مرتا نہیں صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل ہوتا ہے۔ فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو زندگی میں میری ذات سے ہوتا تھا، حضرت حاجی صاحب نے فرمایا، میں نے حضرت کی قبر سے وہی فائدہ اٹھایا جو حیات میں اٹھایا تھا [۱]

حضرت حافظ صاحب بیعت کرنے میں بڑے سخت تھے جو شاید اخفائے حال کا اقتضا تھا۔ آپ کے پاس اگر کوئی آتا تو سمجھتے تھے یہ یا تو مسئلہ معلوم کرنے آیا ہے یا بیعت ہونے کی خواہش کرے گا چنانچہ پہلے ہی آپ اس سے فرما دیتے۔

"اگر مسئلہ پوچھنا ہے تو مولانا شیخ محمد صاحب سے پوچھو اگر مرید ہونا ہے تو حضرت حاجی صاحب کے پاس جاؤ اگر حقہ پینا ہے تو یاروں کے پاس بیٹھ جاؤ" [۲]

حافظ صاحبؒ کی کرامات

۱۔ حافظ صاحب بڑے پُر مذاق تھے۔ باتوں باتوں میں چٹکلے چھوڑتے تھے،

---

[۱] شمائم امدادیہ ص۱۷۱ [۲] ارواحِ ثلٰثہ ص۲۰۴

مرنے کے بعد بھی مذاق کی عادت نہیں گئی. ایک صاحبِ کشف بزرگ ان کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گئے اور مراقب ہوئے. اِن بزرگ نے مزارِ مقدس سے واپس آکر یہ شکایت کی کہ :

"یہ کون بزرگ ہیں میری فاتحہ پڑھنے کے بعد کہنے لگے جاؤ فاتحہ کسی مُردہ پر پڑھو یہاں زندوں پر فاتحہ پڑھنے آئے ہو" لوگوں نے بتایا کہ یہ کسی مُردہ کا مزار نہیں بلکہ ایک شہید کی آرامگاہ ہے. [۱]

۲۔ حافظ ضامن صاحبؒ ایسے آدمی کو سخت ناپسند فرماتے جو کسی کی شرافت سے غلط فائدہ اُٹھا کر اس کو تنگ کرتا. ایک شخص حضرت حاجی صاحب کے پاس عین دوپہر کے وقت آتا تھا جس کی وجہ سے حضرت کی نیند خراب ہوتی مگر حضرت اپنی شرافت و خوش اخلاقی سے کچھ نہ فرماتے. ایک روز حضرت حافظ محمد ضامن کو اس کی حرکت پر بہت غصہ آیا، آپ نے اس کو سختی سے ڈانٹا اور کہا بیچارے درویش رات کو تو جاگتے ہیں آخر کچھ تو تجھ کو لحاظ کرنا چاہیئے [۲]

۳۔ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب کے سمجھانے اور نصیحت کرنے کا طریقہ بڑا پیارا تھا، اگر کوئی شخص آکر کہتا کہ حضرت میں اپنے لڑکے کو قرآن کا حافظ بنانا چاہتا ہوں، دُعا فرما دیجیے تو آپ فرماتے ارے بھائی کیوں جنم کا روگ لگاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ اس کی عمر بھر حفاظت کرنی ہوگی، آپ اس کو حافظِ قرآن بننے سے روکنا نہیں بلکہ سمجھانا چاہتے تھے کہ کہیں اس کو مصیبت نہ سمجھنے لگے. [۳]

۴۔ حضرت حافظ صاحب سلف صالحین کا سچا نمونہ تھے، کسی کا دل دُکھانا نہیں

---

[۱] ارواحِ ثلثہ [۲] امثالِ عبرت صہ ۸۸ [۳] ارواحِ ثلثہ صہ ۲۰۲

چاہتے تھے، سپاہی منش اور نہایت خوش مزاج بزرگ تھے۔

ایک دفعہ آپ گنگوہ تشریف رکھتے تھے، ایک شخص نے دعوت کی جو ایک غریب لکڑہارا تھا، آپ نے قبول فرمالی، کچھ دیر کے بعد حافظ محمد ابراہیم صاحب ڈپٹی کلکٹر مال کے والد نے بھی التجا کی، آپ نے وہ بھی قبول فرمالی، ایک شخص نے آپ سے کہا حضرت وہ پہلا ناراض ہو جائے گا۔ حضرت نے مکّا بنا کر فرمایا ہم اس کا منہ توڑ دیں گے اور کہا وہ لائے گا کیا پانچ چھ روٹیاں اور پیالہ بھر دال، تو یہ اتنے آدمیوں کو کافی ہوگا۔ ہم اس کا لایا ہوا بھی رکھ لیں گے اور دوسرے کا لایا ہُوا بھی اور پھر سب کھا لیں گے۔ چنانچہ وہ لکڑہارا آیا، پانچ چھ روٹیاں جو کی لایا اور ایک لوٹے میں سیر بھر کے قریب دُودھ، حافظ صاحب نے اس کو رکھ لیا اور لکڑہارے کو رخصت کر دیا۔ جب دوسرا شخص بھی کھانا لایا وہ بھی رکھ لیا اور سب نے مل کر کھایا [1]

۵۔ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب صاحبِ حال بزرگ تھے، ایک مرتبہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب اور حضرت حافظ محمد ضامن صاحب تھانہ بھون سے رام پور جا رہے تھے، جلال آباد پہنچے تو حافظ صاحب کو خیال آیا اگر شاہ جمال مجذوب سے ملاقات ہو جائے تو بہت اچھا ہو، اسی وقت مجذوب صاحب ایک گلی سے نکل کر ہنستے ہوئے سامنے آگئے اور حضرت حافظ صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ [2]

۶۔ انسان آخر انسان ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کوئی ولی ہو جائے تو انسانی خصلت نہیں چھُوٹتی، کبھی نہ کبھی عود کر آتی ہے، جب لنگوٹیے یار کسی جگہ جمع ہو جاتے ہیں وہ کسی عمر کے ہوں اپنی جوانی کی حرکتیں یاد آجاتی ہیں، چنانچہ

---

[1] ارواحِ ثلٰثہ ص۲۰۵ [2] امداد المشتاق ص۱۱۱

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب، حضرت حافظ محمد ضامن صاحب اور مولانا شیخ محمد محدث اپنی مسجد (جو بعد میں خانقاہ امدادیہ سے موسوم ہوئی) خانقاہ امدادیہ میں جب جمع ہو جاتے اور کھانے پینے کی چیزوں پر چھینا جھپٹی کرتے تھے اور یہ نہیں دیکھتے تھے کہ دُنیا ان کو کیا سمجھتی ہے چنانچہ اس قسم کا ایک واقعہ مشہور ہے کہ :

۷۔ حضرت حاجی صاحبؒ جب خانقاہِ امدادیہ میں قیام پذیر تھے تو ایک چنگیری میں کچھ چنے اور کشمش ملی جُلی رکھتے تھے، صبح کے وقت حضرت مولانا شیخ محمد صاحب حضرت حافظ محمد ضامن صاحب اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب ساتھ مِل کر کھاتے پیتے اور آپس میں چھینا جھپٹی ہُوا کرتی اور ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے پھرتے۔ اس وقت کے مشائخ اس خانقاہ امدادیہ کو دکانِ معرفت سمجھتے تھے ان تینوں کو اقطابِ ثلٰثہ مانا جاتا تھا، حضرت حاجی صاحب دہلی کے شہزادوں میں علماء بزرگ مشہور تھے مگر پیر بھائیوں کے ساتھ حد سے زیادہ بے تکلف تھے۔[1]

۸۔ بعض بزرگوں کی طبیعت جمالی ہوتی ہے اور بعض کی جلالی، حضرت حافظ محمد ضامن صاحب جلالی مزاج تھے، ان سے ہر ایک آدمی کو بات کرتے ہوئے ڈر لگتا تھا، یہی حالت جنّات کی تھی، نام سُن کر کانپ اُٹھتے تھے اور ان سے بات کرتے ہوتے ڈرتے تھے، چنانچہ حضرت حاجی صاحب کے ساتھ ایک اسی قسم کا واقعہ سہارنپور میں پیش آیا۔

سہارنپور میں ایک مکان سخت آسیب زدہ ہونے کی وجہ سے خالی پڑا رہتا تھا اتفاق سے حضرت حاجی صاحب پیرانِ کلیر سے واپس ہوتے ہوئے سہارنپور تشریف

---

[1] ارواحِ ثلٰثہ ص ۱۸۷

لائے تو مالک مکان نے حضرت کو اسی مکان میں ٹھہرایا کہ حضرت کی برکت سے جن دفع ہو جائیں گے۔ رات کو تہجد کے واسطے جب حضرت حاجی صاحب اُٹھے اور معمولات سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص سامنے آکر بیٹھ گیا، حضرت کو حیرت ہوئی کہ باہر کا آدمی اندر کیسے آیا۔ حضرت نے پوچھا تم کون ہو۔ اس نے کہا حضرت میں وہ شخص ہوں جس کی وجہ سے یہ مکان متروک ہو گیا ہے۔ یعنی جن ہوں، مدتِ دراز سے حضرت کی زیارت کا مشتاق تھا، اللہ تعالیٰ نے آج میری تمنا پوری کر دی۔ حضرت نے فرمایا ہمارے ساتھ محبت کا دعوٰی کرتے ہو اور پھر مخلوق کو ستاتے ہو، توبہ کرو، حضرت نے اس سے توبہ کرائی پھر فرمایا دیکھو سامنے حضرت حافظ صاحب تشریف رکھتے ہیں اُن سے بھی ملے ہو؟ اُس نے کہا نہ حضور! ان سے ملنے کی ہمت نہیں وہ بڑے صاحب جلال ہیں اُن سے تو ڈر لگتا ہے۔[۱]

یہ تینوں حضرات حضرت حافظ محمد ضامن صاحب حضرت حاجی صاحب اور شیخ محمد محدث آپس میں بے تکلف تھے۔ ایک دوسرے کو بلا جھجک ٹوک دیتے تھے، اور غلط ہونے پر اعتراف کر لیا کرتے تھے اور کوئی بُرا نہیں مانتا تھا۔ چنانچہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب نے حضرت حاجی صاحب کی ایک غلطی پر ٹوکا اور حضرت حاجی صاحب نے اس کو تسلیم کیا اور اُن کے لیے دُعائے خیر کی۔

۹۔ ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب کے ہاں مہمان بہت سے آگئے، کھانا کم تھا۔ حضرت نے اپنا رومال بھیج دیا کہ اس سے ڈھانک دو، کھانے میں ایسی برکت ہوئی کہ سب نے کھا لیا اور بچ گیا۔

---

[۱] امداد المشتاق ص ۱۲۷

حضرت حافظ محمد ضامن کو خبر ہوئی، عرض کیا حضرت آپ کاروبار سلامت چاہیئے اب قحط کیوں پڑے گا۔ حضرت شرمندہ ہوگئے اور فرمایا واقعی خطا ہوگئی توبہ کرتا ہوں پھر ایسا نہ ہوگا۔ ؎۱

حضرت حافظ محمد ضامن صاحب کو جو مدارجِ عالیہ حاصل تھے ان کے متعلق حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب میرے پیر بھائی مقامِ منصور میں چھ مہینے رہے۔ اپنے پیر و مرشد کی توجہ کے سبب نعرۂ انا الحق نہیں لگایا اور کبھی کلماتِ شطحیات زبان پر نہیں لائے بلکہ اسم و مسمّٰی میں مستغرق رہتے تھے اور ذکرِ قلبی ولسانی دونوں ایک وقت میں فرماتے تھے، یہ اجتماع بہت مشکل ہے۔ ؎۲

حضرت حاجی صاحب نے دوسری مرتبہ فرمایا، فیضان کی تین قسمیں ہیں، فیضانِ حالی، جیسا کہ عبداللہ نومسلم حلقہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب میں آیا اور گریہ شروع کر دیا۔ حافظ صاحب نے اس کے آنسو اپنی انگلیوں میں لے کر اپنی آنکھوں کے نیچے لگائے جس سے ایک کیفیت ساری محفل پر طاری ہوگئی اور سب وجد میں آگئے یہ فیضانِ حالی ہے۔ ؎۳

حضرت حافظ صاحب نے تھوڑی سی مدت میں تمام روحانی مدارج طے کر لیے تھے اور وہ اس درجہ پر پہنچ گئے تھے کہ اپنی ہستی کو بھلا چکے تھے، حکیم ضیاء الدین صاحب اپنا چشم دید واقعہ مونسِ مہجوراں میں تحریر فرماتے ہیں۔

۱۰۔ ایک روز ایامِ حیات حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ حلقۂ توجہ میں یہ نالائق

؎۱ امثالِ عبرت ص۱۸۲ ؎۲ امداد المشتاق ص۱۱۹ ؎۳ امداد المشتاق ص۹

بھی حاضر تھا اور حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ محرابِ مسجد میں جلوہ فرما تھے کہ میری نظر ناگاہ آپ کی طرف جا پڑی تو آپ کا جسم کچھ نظر نہ آیا، اس جگہ ایک شمع روشن تھی، ہر چند غور کیا کہ جسدِ مبارک کی جگہ شمع نظر آئی، میری بے بصری جو مجھ کو صرف شمع نظر آئی ورنہ اس نورِ محمدیؐ سے ایک عالم منور تھا۔ ؎۱

۱۱۔ حضرت حافظ محمد ضامن کو اللہ تعالیٰ نے ایسے مقامات عطا فرمائے تھے کہ آپ جانوروں کی بولیاں سمجھنے لگے تھے، آپ کو قمریوں کا شوق تھا، ایک روز کھانا کھانے کے بعد ایک روٹی قمریوں کو کھلانے کے لیے لائے جس وقت قمریوں کے پنجرے کے قریب پہنچے تو ایک قمری نے صدائے حق بلند کی، اس کو سُن کر آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اسی وقت ایک شخص آ گئے، اپنی کیفیت و حالت کو چھپانے کے لیے آپ فوراً سنبھل گئے اور کھڑے ہو کر فرمایا دیکھو اکثر آدمی راہ میں پانی گرا دیتے ہیں کہ لوگ رپٹ کر گر جاتے ہیں۔ ؎۲

۱۲۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت حافظ محمد ضامن صاحبؒ کو ولایت کے مقام پر سرفراز فرمایا کہ ان پر شیطانی حربوں اور حملوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا اور شیطان کی پیروی کرنے والے ان کے سامنے ٹھہر نہیں سکتے تھے۔ چنانچہ حضرت حافظ صاحب کا ایک ایسے ہی شیطان صفت سے واسطہ پڑا، بُری طرح ناکام ہُوا اور ان کے سامنے ٹھہر نہیں سکا۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے ایک واقعہ سُنایا کہ ایک شخص حاجی ولی محمد صاحب کے مرید تھے اور ذکر و اشغال کیا کرتے تھے، اتفاق سے کسی بد باطن نے انکو کچھ جادو کے منتر سکھا دیے جس کو وہ پڑھنے لگے، تھوڑے دنوں کے بعد ان کو شیطانی

؎۱ مونسِ مہجوراں ص۴۹ ؎۲ ایضاً ص۴۴

عجائبات نظر آنے لگے، مبتدی تھے اُن کے بُرے اثرات کو نہ سمجھ سکے، قرآن شریف کی تلاوت چھوڑ دی، ذکر و اشغال سے مُنہ موڑ لیا مگر ابھی کچھ ایمان باقی تھا، نیکی کی گھڑی آ گئی، ایک دن مَیں ذکرِ جہر کر رہا تھا وہ صاحب بھی اتفاقاً ذکرِ جہر میں شامل ہو گئے ذکر کے وقت حاجی امداد اللہ صاحب بھی تشریف لے آئے اور اختتام تک تشریف فرما رہے، شیطانی کدورت اس کے قلب و دماغ سے زائل ہو گئی، حضرت مولانا رشید احمد صاحب نے اس سے کہا اس کو غنیمت جانو یہ بزرگوں کی عنایت من جانب اللہ ہوئی ہے، اب ان منتروں کو نہ پڑھنا، لیکن اس نے ان کی بات پر عمل نہیں کیا، ایک روز بدقسمتی سے یہ سوچا کہ دیکھوں ان خبیث منتروں کا پھر اثر ہوتا ہے یا نہیں، یہ سوچ کر پھر وہ منتر پڑھنے لگا، بُرے اثرات پھر ظاہر ہوئے بدحالی چھا گئی، حیران و پریشان پھرنے لگا، تھانہ بھون پہنچا، حضرت حافظ محمد ضامن صاحب کے ہاں حاضری دی، اُن سے ملاقات کی، ایک مونڈھے پر ان کے سامنے بیٹھا اور یہ خیال کیا کہ ان منتروں کا ان پر اثر ہوتا ہے یا نہیں، غرض حضرت حافظ صاحب کی طرف متوجہ ہو کر پڑھنا شروع کیا۔ ایک دفعہ اس کو حافظ صاحب نے باتوں میں اڑا دیا، وہ نہ مانا تو جلالِ چشتیہ نے جوش مارا، نظرِ غضب سے دیکھا اور لفظ "ہول" منہ سے نکلا تو اس کو ہوش نہ رہا، بے اختیار مونڈھے سے چت گرا اور تھوڑی دیر کے بعد اُٹھ کر جنگل کی طرف چلا گیا۔ [۱]

۱۳- اسی طرح ایک جن نے حافظ صاحب کے مرید میاں مولا بخش کو پریشان کیا اور ان کو راستہ چلنے نہیں دیا بلکہ راستہ بند کر دیا، آپ تشریف لائے اور وہ جن

---

[۱] مونسِ مہجوراں ص ۳۴

ایک فقرہ سُن کر راستہ چھوڑ کر فورًا رفوچکر ہو گیا، یہ واقعہ بھی حکیم ضیاء الدین صاحب نے مونسِ مہجوراں میں نقل کیا ہے۔

۱۴۔ میاں مولابخش سے ایک روز حافظ صاحب نے نمازِ تہجد پڑھنے کے بعد فرمایا آج میں گھر میں تسبیح بھول آیا ہوں تم لے آؤ وہ تسبیح لینے چلے تو دیکھا کہ محلّہ میں ایک آدمی کھڑا ہے ان کو دیکھتے ہی کود کر ایک پاؤں دیوار پر اور دوسرا پاؤں دوسری دیوار پر جو شارع عام پر تھی کھڑا ہو گیا، یہ حرکت دیکھ کر مولابخش صاحب سمجھ گئے کہ یہ جن ہے اس کی ہیبت ان کے دل پر چھا گئی اور وہ کہنے لگا چلا جا، انھوں نے کہا کہ اے موذی ایک طرف راستہ سے ہٹ جا تو جب ہی جا سکتا ہوں، اس پریشانی میں مولابخش کھڑے تھے۔ حضرت حافظ صاحب نے اپنے نورِ باطن سے معلوم کر لیا۔ خود تشریف لائے اور مولابخش کو پریشان دیکھ کر فرمایا، کیوں کھڑا ہوا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ یہ خبیث راستہ روکے ہوئے ہے، حضرت حافظ صاحب نے اس سے فرمایا نامعقول اس کو کیوں روک رہا ہے، وہ جن آواز سنتے ہی فورًا غائب ہو گیا اور حافظ صاحب مسجد تشریف لے گئے۔

۱۵۔ جنّات جہاں آپ سے لرزاں و ترساں رہتے تھے وہاں جانوروں کے سردار شیر بھی آپ کے حکم پر چلتا تھا، چنانچہ ایک ایسا ہی واقعہ مولابخش دیوبندی اور حافظ محمد ضامن صاحب کو ایک درگاہ میں پیش آیا جو ایک جنگل میں تھی۔

کلیر شریف سے پانچ کوس کے فاصلہ پر شاہ منصور صاحب کا مزار ہے، جہاں پہلے جنگل تھا۔ ایک مرتبہ حافظ صاحب کے ساتھ مولابخش اس مزار پر زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ احاطہ میں پہنچے، فاتحہ کے بعد حضرت کے مزار کے مقابل مراقب

ہوتے، ایک طرف مولابخش صاحب بیٹھ گئے۔ ایکا ایکی ایک شیر مزار کے دروازہ پر پہنچ گیا مولابخش خوفزدہ ہو گئے۔ آپ نے ان کی یہ حالت دیکھی تو کہا میرے پاس آجاؤ، انشاءاللہ کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔ یہ فرما کر آپ پھر مراقب ہو گئے، مولابخش آپ کے قریب ہی بیٹھ گئے۔ وہ شیر بھی حضرت حافظ صاحب کے قریب آکر دیر تک سر جھکائے سامنے کھڑا رہا، جس وقت حضرت حافظ صاحب نے شیر کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھا تو شیر فوراً وہاں سے نکل گیا۔ اس کے بعد مولابخش صاحب کو اطمینانِ کُلّی ہوا[1] اور یہ دونوں چھ روز تک وہاں رہے، جب بھوک لگتی درختوں کے وہ پتے جو ہوا سے ازخود گر کر زمین پر آپڑتے تھے ان کو حافظ صاحب اور مولابخش مل کر تناول فرماتے جوان کو بے حد ذائقہ دار اور شیریں معلوم ہوتے۔[2]

۱۶- حضرت حافظ صاحبؒ صاحبِ کشف بھی تھے۔ ایک روز تھانہ بھون کی حوض والی مسجد میں چبوترہ پر پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے کہ دفعتاً اور بے اختیار کہہ اُٹھے کہ غلام محی الدین رسالدار کے گھوڑے کو ولایتی کھا گئے۔ کسی نے اس گفتگو کو شیخ غلام محی الدین کے گھر جاکر دُہرا دیا، وہ حضرت حافظ صاحب سے معلوم کرنے آئے آپ نے ان کو باتوں میں لگا کر ٹال دیا اور بتایا نہیں لیکن ان کو شبہ ہو گیا کہ کچھ نہ کچھ بات ضرور ہے اس دن اور اس تاریخ کو انھوں نے یاد رکھا، تحقیق کی تو پتہ چلا کہ معرکۂ کابل میں ایک جگہ ان کے گھوڑے زخمی ہو گئے تو ان کو ذبح کر دیا گیا اور پٹھان لوگ ان کا گوشت کاٹ کر لے گئے۔ یہ بات خدا تعالیٰ نے حضرت حافظ صاحب پر منکشف فرما کر ان کی زبان سے کہلوا دی اور یہ واقعہ اسی روز اور اسی تاریخ کا تھا جس روز آپ نے بتایا تھا۔[3]

---

[1] مونس مہجوراں ص ۳۹ [2] ایضاً [3] ایضاً

۱۷۔ اللہ تعالیٰ سے جو لو لگا لیتا ہے اور اس کے احکام کی پابندی کرتا ہے اُس کے لیے کوئی مشکل بات نہیں ہوتی لوگوں کے دلوں کو بدلنا اور اُن کو بُری عادتوں سے چھُڑا دینا معمولی بات ہوتی ہے، حافظ صاحب ایسے ہی لوگوں میں سے تھے ایک گوّیا آپ کے پاس بعیت ہونے آیا، وہ گانے بجانے کا عادی تھا اس لیے آپ نے بعیت کرنے سے انکار فرما دیا اور اس کی بُری عادتوں کو چھڑانے کی کوشش شروع کر دی اور اس میں کس طرح کامیاب ہوئے ملاحظہ ہو:

اللہ دیا قوال گانے بجانے کا پیشہ کرتے تھے، اپنے ہمعصروں میں استاد مانے جاتے تھے، حضرت حافظ صاحب سے عقیدت ہوئی، بعیت کی درخواست کی لیکن آپ نے اس کی بعض عاداتِ ذمیمہ کی وجہ سے بعیت نہیں کیا۔ باطنی طور سے اصلاح فرماتے رہے، چند سال اسی میں گزر گئے۔ آخر ایک دفعہ ہولی کے دنوں میں راجہ قصبہ روپڑ کی محفل گرم ہوئی، اربابِ نشاط اس میں شریک ہوئے، اللہ دیا کا شمار راجہ کے گوّیوں میں تھا وہ بھی اس محفل میں موجود تھے، جب شیطانی رنگ رلیاں شباب پر تھیں، شراب نوشی کی ابتدا ہوئی، رفتہ رفتہ سب مست ہو گئے اور جامِ شراب اللہ دیا کے قریب پہنچ گیا، یہ بہت پریشان ہُوئے کہ اتنے میں ان کو جناب حافظ ضامن صاحب کا خیال آ گیا، خیال آتے ہی ان کا دل شیر ہو گیا، انھوں نے فوراً شراب پینے سے انکار کیا۔ راجہ غصّہ میں پیچ و تاب کھانے لگے۔ حافظ صاحب کا خیال ایسا بندھا کہ اہلِ محفل حقیر نظر آنے لگے اور آپ محفل سے اُٹھ کر چلے آئے، کسی کو کچھ بولنے کی جرأت نہیں ہوئی، اللہ دیا کی اس وقت عجیب و غریب حالت تھی، اس کے بعد اللہ دیا حافظ صاحب کے پاس پہنچے، ان کے دل کو بڑی تسلی ہوئی، انھوں نے گانا بجانے

سے توبہ کی تو حافظ صاحب نے ان کو بیعت کر لیا۔ اللہ دیا نے تنگدستی میں زندگی گزاری اس کے باوجود کبھی گانے بجانے کا خیال نہ کیا۔ (مونس مہجوراں ص۴۲)

۱۸ - چیزوں کی ہیئت کو بدلنا ہر ایک کا کام نہ تھا، پیتل کو سونا بنانا ناممکن ہے، لیکن اللہ والوں اور اللہ کے ولیوں کے لیے یہ کام معمولی بات ہے، خاک کو سونا بنانا ان کے لیے بچوں کا کھیل ہے۔ اللہ دیا جھنجھانوی نے ایک روز پڑتلہ پنجابی چیر اس کے ساتھ چار روپے میں خریدا، صرافوں نے جانچا تو وہ پیتل کا تھا لیکن حضرت حافظ محمد ضامن نے اس کو سونے کا کہا تو سونے کا بن گیا اور اس کی تصدیق صرافوں نے کی۔ یہ واقعہ بھی مونسِ مہجوراں میں درج ہے۔

حضرت حافظ محمد ضامن صاحب کی مذکورہ کرامات زیادہ تر "مونسِ مہجوراں" میں سے نقل کی گئی ہیں، اب اور دو کرامتیں "مونسِ مہجوراں" سے ہی نقل کی جاتی ہیں، حافظ صاحب کی روحانی طاقت و ولایت کا ہندوستان کے علماء و مشائخ کا ہر طبقہ معترف تھا اور ان کو بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔

(۱) قصبہ جھنجھانہ میں سید محمود رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور درگاہ امام صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ اس چار دیواری میں حضرت میاں جی نور محمد صاحب کا مزار ہے، ایک عجیب و بابرکت مرقد ہے اکثر اہلِ دل وہاں زیارت کے لیے جاتے ہیں اور محظوظ ہوتے ہیں، وہاں چند مجاور بھی رہتے تھے۔ ایک دفعہ ان مجاوروں نے اس بات کا چرچا کر دیا تھا کہ حضرت حافظ صاحب اپنے پیر و مرشد کے مزار پر صبح کے وقت حاضر ہوتے ہیں، اس کے بعد آپ کا شہر میں کہیں پتہ نہیں چلتا۔ اس بات پر لوگوں کو شبہ ہوا کہ اس طرح حافظ صاحب کا مزار پر آنا کوئی کرامت ہے کیونکہ آپ جب کبھی تشریف لاتے تھے تو شہر میں کسی کے ہاں ٹھہرتے تھے اور لوگوں سے ملتے تھے

اس مرتبہ ایسا کیوں ہوا، اس پر قاضی امیر علی صاحب نے چند مجاوروں کو مقرر کیا کہ جب آپ تشریف لائیں تو ان کو مطلع کیا جائے چنانچہ آپ کی تشریف آوری کے لیے منتظر رہے، ایک روز جب حافظ صاحب تشریف لائے تو قاضی صاحب کو اطلاع دینے کے لیے ان کے گھر پہنچے مگر قاضی صاحب تھانہ بھون گئے ہوئے تھے، جب قاضی صاحب تھانہ بھون سے تشریف لائے تو ان سے پتہ چلا کہ فلاں روز صبح کو حافظ صاحب تشریف لائے تھے انھوں نے بتایا کہ مَیں اس روز حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر تھا اور صبح کی نماز حافظ صاحب کے ساتھ پڑھی، اور میرے سامنے حضرت حجرہ میں داخل ہوئے اور اشراق کے بعد حجرہ سے حسبِ معمول تشریف لائے۔ حکیم ضیاء الدین صاحب اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

"سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو کیا ہمت اور قدرت عنایت فرمائی ہے کہ بُعدِ مکان بھی مانع نہیں جہاں چاہیں آئیں، سیر کو جاتے ہیں۔" (ص ۳۶)

۲۔ ایک دفعہ حکیم رحیم اللہ صاحب نے حضرت حافظ محمد ضامن سے عرض کیا، حافظ صاحب سُنا ہے اگر درویش کسی پر توجہ فرمائے تو دل پر غیر کا خطرہ ٹھہر نہیں سکتا مگر مجھ کو اس بات پر یقین نہیں آتا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ حافظ صاحب نے جواب دیا کہ اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں جو پہاڑ کو جگہ سے ہلا دیں، خطرہ کیا چیز ہے۔ حکیم صاحب نے کہا بغیر دیکھے یقین نہیں آتا، حافظ صاحب نے فرمایا یہ آپ کیا کہتے ہیں اولیاء کی بڑی شان ہے یہ بات تو بندہ بھی کر سکتا ہے۔ حکیم صاحب نے جب زیادہ اصرار کیا تو حافظ صاحب نے حکیم صاحب کو ایک مکان میں لے جا کر سامنے بٹھایا اور تھوڑی دیر کے بعد اُٹھ کر کھڑے ہوئے، حکیم صاحب بہت حیران ہوئے اور یہ کہا کہ مَیں نے ایسا زبردست عالی تصرف شیخ نہیں دیکھا نہ سُنا، بہت بڑے خلجان اور تردد میرے

دل پر نقش تھے، کھینچ کھینچ کر دل میں لاتا تھا مگر جیسے سیلِ دریا میں خس و خاشاک کی طرح دریا میں بھر جاتے تھے، اس طرح کوئی غیر کا خطرہ دل میں ٹھہرتا نہیں تھا خدا جانے کیا شے قلب کو خالی کر دیتی تھی

جہاد کی تیاری

۱۸۵۷ء کا زمانہ ہندوستانیوں کے لیے انتہائی خطرناک تھا مغل شہزادے اور بادشاہ عیاشیوں میں منہمک تھے، ان کو آپس کی لڑائی سے فرصت نہیں تھی۔ انگریز ملک میں جہاں نفرت کی فضا پیدا کر رہے تھے وہاں ہندوستانیوں کے مذہب اور دھرم کے بدلنے پر تلے ہوئے تھے، پادری لوگ ہی نہیں بلکہ حکام بھی اور تمام یورپ چاہتا تھا کہ ہندوستان کے تمام لوگوں کو عیسائی بنا لیا جائے تاکہ ہمیشہ کی بغاوت سے نجات مل جائے چنانچہ ایسے پروگراموں پر دھڑلے سے عمل ہو رہا تھا۔ لارڈ ڈولزلے نے محمود غزنوی کے مظالم کے ترانے گانے شروع کر دیے تھے اور مصنوعی دروازے بنائے گئے تھے جس کا جلوس نکالا جاتا تھا کہ ان دروازوں کو ہم (انگریز) غزنی سے دوبارہ لگانے کے لیے ہندوستان لے آئے ہیں، یہ سومنات کے دروازے ہیں[1] اس پُر آشوب زمانے میں حضرت حاجی صاحب، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب، مولانا عبدالغنی اور مولانا محمد یعقوب نانوتوی شریکِ کار تھے، آپ نے ان حضرات کے ہمراہ بقول حضرت مولانا حسین احمد مدنی، مولانا شیخ محمدؒ سے جہادِ حریت کے سلسلہ میں تبادلہ خیال کیا، حضرت مولانا شیخ محمد صاحب نے بے سروسامانی کا ذکر فرما کر جہاد

---

[1] فرنگیوں کا جال صـ۶

سے اختلاف کیا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے فرمایا کہ ہم اصحاب بدر سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نے طرفین کی گفتگو سننے کے بعد فرمایا کہ الحمدللہ انشراح ہوگیا ہے اور جہاد کی تیاری شروع کر دی جائے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نے امارت قبول فرمائی، مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی سپہ سالار اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قاضی مقرر ہوئے۔ اس طرح قصبہ تھانہ بھون دارالسلام بنایا گیا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے ان جانبازوں کو ساتھ لے کر تمام ملک میں دورہ کیا، اپنے مریدوں اور عقیدتمندوں کو صاف صاف الفاظ میں انگریزوں کی مخالفت کرنے کی تلقین فرمائی اور عوام کو بتایا کہ انگریزوں کی حکومت ختم کرنے کا اس سے بہتر موقعہ نہیں ہے۔ انھوں نے دہلی کے مدرسہ کے طالب علم اور بگڑے ہوئے سرمایہ داروں سے بھی وقتی طور پر کام لیا۔ فتووں اور علماء کے احکامات سے ملک کے کونے کونے میں آگ لگائی، اپنی اپنی جگہ ہر شخص زبردست حیثیت کا مالک تھا۔ عوام بیدار ہوئے، علماء کے پُرانے شاگردوں نے دل کھول کر حصّہ لیا، نتیجہ ظاہر تھا، انگریز بھی طاقت میں دیوانہ اور نیا شکاری تھا۔ جہادِ آزادی ۱۸۵۷ء کا آغاز ہُوا، ہزاروں مسلمان اسلامی جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے[1] ہتھیار بے ہتھیار سب مردِ میدان بن گئے، بدن پر کپڑے بھی درست نہیں تھے مگر بغل میں تلوار یا کمر میں یا کندھے پر ٹوپی دار بندوق ضرور تھی، محمد شریف نامور مصور دہلی اپنے سارے گھر کا اسباب اور بیوی کے زیور خیرات کر کے جہاد میں شریک ہوئے اور پھر زندہ سلامت نہ آئے لاتعداد نوجوانوں نے حِصہ لیا، حضرت حاجی صاحب اور حضرت حافظ محمد ضامن

---

[1] تاریخ ہند ذکاءاللہ ص ۲۷۵

صاحب اور اُن کے ساتھی تحریروں اور تقریروں تک محدود نہیں رہے بلکہ شاملی کے جہادِ آزادی ۱۸۵۷ء میں حصّہ لیا۔ حضرت حافظ صاحب اس معرکہ میں شرکت کیلیے پہلے سے تیاری فرمارہے تھے جس کا ذکر حضرت حکیم ضیاء الدین صاحب نے اپنی تصنیف "مونسِ مہجوراں" میں فرمایا ہے۔ آپ نے ایک خط حکیم ضیاء الدین صاحب کو اپنی شہادت سے ایک ہفتہ پہلے ملاقات کے لیے لکھا تھا جس میں غالباً آپ نے اپنا پورا پروگرام حکیم صاحب کو بتا دیا ہوگا جس کا اظہار اس خط میں بھی ہوتا ہے :

برادرِ دینی حکیم محمد ضیاء الدین۔ السلام علیکم

واضح ہو کہ تمہاری تحریر کے مطابق میرا دل متمنی ملاقات ہے لازم کہ بفور مطالعہ اس خط کے اپنے تئیں یہاں پہنچاؤ، ایسا نہ ہو کہ کہیں توقف میں حسرتِ ملاقات دل میں رہ جائے۔ عاقل کو اشارہ کافی ہے باقی حال بروقتِ ملاقات بیان کیا جائیگا والسلام۔ اس تحریر سے ہی ثابت ہے کہ آپ کو اپنی شہادت کا حال معلوم ہوگیا تھا اور بعض باتیں بمقتضائے وقت لکھنا مناسب نہیں، لاچار قلم انداز کی گئیں

حافظ صاحبؒ کی شہادت

حافظ صاحب کی شہادت کی تیاری کا ذکر حکیم صاحب نے دوسری جگہ بھی فرمایا ہے۔

ایامِ غدر جس سال میں حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ شہید ہوئے، یوں فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو حوریں پیالے لیے ہوئے مکانوں کی منڈیروں پر کھڑی ہیں جس کا جی چاہے لے لے اور برخلاف اور دنوں کے ان ایام میں حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ ولولہ محبتِ الٰہی میں ایسے مست اور مخمور ہوئے تھے کہ اکثر ذکرِ شہادت برزبان تھا

اور بہت سی باتیں اسرار کی کہہ اُٹھتے تھے، ستر حال کا چنداں لحاظ نہ رہتا تھا اور جو کوئی بیعت ہونا چاہتا تھا بر خلافِ عادت بلا تامل بیعت کر لیتے تھے اور جس وقت ارادہ معرکہ کیا، غسل فرما کر لباس نیا زیب تن شریف فرمایا اور یہ لباس بہت روز پیشتر رکھ چھوڑا تھا حالانکہ اس کے بعد کے کپڑے بنائے ہوئے استعمال فرمائے اور وہ لباس اس دن کام آیا اور نعلین شریف کچھ بوسیدہ نہ تھی مگر وہ بھی نئی منگا کر زیب پا فرمائی، اور یہاں تک سامان لباس وغیرہ کا اہتمام کیا تھا کہ خوشبو ملی، سُرمہ لگایا، دستار پیچدار سپاہیانہ وضع شمشیر لے کر شربتِ دیدار کی تمنا میں علم خواں بنا کر مردانہ اور مشتاقانہ برسرِ معرکہ جاں بحق تسلیم فرمائی جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

تو در کوئے تو عاشقاں چناں جان بدہند
کہ آں جان ملک الموت نگنجد ہرگز

اور جس وقت نعش مبارک لینے آئے تھے، جسم شریف سے عطرِ حسن اور گل کی خوشبو آتی تھی، اس نالائق کا دماغ بھی اس وقت اس خوشبو سے مشرف اور معطّر ہُوا اور جناب حاجی (امداداللہ صاحب) سلمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس وقت تصدیق فرمائی، افسوس وہ نورِ جسم اور جسم معطّر یُوں سبک سیر ہوا، اور میں یہاں پا بگل رہا بقول آنکہ ؎

دستگیری نے دیا ہائے ارادت در گل
آشنائی نے دیا غمست بے پایاں

شہادت سے پہلے مولانا گنگوہی کو حافظ صاحبؒ کی وصیّت

حافظ صاحب نے مولانا گنگوہی کو وصیت فرمائی تھی کہ بوقتِ شہادت میرے

پاس رہنا۔ چنانچہ مولانا گنگوہی آپ کو گولی لگنے کے بعد قریب کی مسجد میں لے گئے اور اپنے زانو پر حافظ صاحب کا سر رکھا اسی عالم میں اپنے اللہ سے جا ملے [۱]

حکیم ضیاء الدین صاحب نے معرکۂ شاملی ۱۸۵۷ء میں حضرت حافظ محمد ضامن کی شرکت اور شہادت کا ذکر اپنی اس تالیف "مونسِ مہجوراں" میں دوسری جگہ فرمایا ہے، تحریر کرتے ہیں :

" دفعتاً جہاں میں ایک شور پیدا ہوا، ہنگامۂ قتل اور غارت گری چاروں طرف سے ایسا گرم ہوا کہ شاید کبھی نہ ہوا ہو، جو لوگ دیندار اور جری تھے، غیرت اور حمیّتِ اسلامی سے اکثر شہید ہو کر سوئے دار البقاء رحلت فرما ہوئے یا خانہ ویران ہو کر در بدر رہے یا بیت اللہ شریف یا کسی اور دارِ اسلام کو تشریف لے گئے، اب ہندوستان میں گویا دنیا پلٹ گئی۔ دین و دُنیا کی اچھی بات گُم ہو گئی، کیا عرض کروں، یہاں یہ فسانہ غیر مقصود ہے اپنا درد و غم اور قصّہ حسرت و الم کچھ اور ہے ...

حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ و نور اللہ مرقدہ و قدس سرہٗ نے بھی ضررِ دُنیا و دین کا کچھ خیال نہ فرمایا، کمرِ ہمت چست باندھ کر امرِ حق پر جان و مال قربان کیا اور ذوق و شوقِ الٰہی میں ایسے مست ہوئے کہ کسی طرح کا تردد نہ ہوا اور تمنائے شربتِ شہادت اور جامِ کوثر میں ہماری بے کسی کا بھی کچھ خیال نہ فرمایا، سبحان اللہ! کیا ہمتِ مرداں مددِ خدا کا تماشا دکھلا کر مردانہ اور مشتاقانہ بتاریخ چوبیسویں محرم الحرام ۱۲۷۴ھ

---

[۱] حیاتِ امداد ص ۷۱

بارہ سو چوہتر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم برسرِ معرکہ جامِ شہادت نوش فرمایا
کہ خوب دادِ ہمّت لے گئے اور داغِ حسرت دے گئے۔"

یہ تمام بزرگانِ دین انقلابی تحریک کے کرتا دھرتا تھے، حضرت حافظ محمد ضامن اس
معرکہ میں شہید ہوئے اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب زخمی ہوئے اور حضرت مولانا رشید احمد
گنگوہی گرفتار کر لیے گئے اور چھ ماہ بعد رہا کیے گئے۔

مرکزِ اولیاء مسجد پیر محمد تھانہ بھون کی کیفیات

حضرت حافظ محمد ضامن صاحب، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب اور مولانا شیخ محمد
محدّث کی باہم مجلسوں اور ملاقاتوں کا مرکز مسجدِ پیر محمد صاحب تھانہ بھون تھی ——
جس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے، یہ نقشہ کھینچنے والے حضرت مولانا شیخ
محمد محدّث کے ایک مرید حکیم محمد عمر جرتھاولی صاحب ہیں:

"سبحان اللہ! وہ بھی ایک زمانہ تھا کہ یہ مسجد عبادت گاہ قدسی نفساں تھی، ہمپایہ
نجوم یہاں کے نمازی تھے، ہم مرتبہ فلک یہاں کی زمین تھی، ایک طرف شمال کے حجرے
میں مثالِ قطب شمالی عاشق ذوالجلال، شہید لم یزلی حافظ ضامن علی رحمۃ اللہ علیہ
یادِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ ایک جانب جنوب کی سہ دری میں حضرت فیضد رجت
سلطان زمین ولایت کرامت ماہ آسمان رفعت وعظمت، درویش صاحب برکت
حاجی امداد اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ سرگرم قال اللہ وقال الرسول رہے اور مسجد کے سامنے
کو گرتوں پڑتوں کے تھامنے کو مشرق کے حجرے میں ہمارے مرشد مشفق قدس اللہ سرہ
الخالق کبھی درس وتدریس طلبہ میں، کبھی مشاہدات ذات وسلطان اذکار میں مستغرق،

ہر ڈھنگ میں زیرِ قدم نبی مقبول، باطن میں سب سے الگ ظاہر میں شامل رہتے تینوں صاحب علاوہ اتحاد نسب، ایک پیر میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی کے مرید۔ وہ ماہِ نو تو وہ بدر، وہ بدر تو وہ خورشید، جب کوئی شخص مرید ہونے کے لیے اس قافلہ میں آتا، ہفتوں بلکہ مہینوں بارِ بیعت نہ پاتا، جس کے پاس جاتا وہ اپنے سے بہتر دوسرے کو بتلاتا۔ دن رات پانچ سات طالب علم بحث مابعد و ماسبق میں مصروف، کوئی ذکر کلمۂ طیب سے طیب، کوئی تلاوت کلامِ زیبا سے مزیب، کسی کا دل پر اضطرار صورت سیماب، گرمئ شغلِ ہُو سے جواب برق مضطر، کسی کا سینہ فگار، ضربات اسم ذاتِ حق سے نمونۂ شق القمر، کوئی آٹھوں پہر بارہ تسبیح کے ذکر میں کوئی نفی و اثبات پر نظر جمائے ہوئے، کوئی ذکرِ خفی کے ذریعے دھیان لگائے ہوئے کوئی مجرد الا اللہ کی ضربیں لگاتا اسمِ ذات پڑھتا، کوئی درودِ نامحدود پڑھنے میں دل و جان سے متوجہ، کوئی ادائے نوافل و وظائف میں اطمینان سے متوجہ، کوئی قرآن خوانی کرتا، کوئی مراقبات میں جانفشانی کرتا، کوئی تفسیر پڑھتا، حدیث سند کرتا، کوئی فقہ و اصول میں جد و جہد کرتا کوئی منازل درویشی کی تحقیق میں کوئی مراحل و مراتب تصوف کی تصدیق میں، طرہ برآن کسی طرف تسبیح خوان کبوترانِ یا ہو، کسی طرف کچھ قمریانِ مشغول حق سرہ اور جب کبھی دو چار دل فگار مریدانِ رشید حضرت ممدوح الاذکار میں سے مثل مولانا محمد قاسم نانوتوی میاں جی کمال الدین جو تھاولی غفر لہما اللہ الولی خواجہ حکیم ضیاء الدین رامپوری یا مولوی رشید احمد گنگوہی سلمہ اللہ تعالیٰ آتے جاتے اور ہی رنگ جماتے، جہاں گل وہاں خار، جہاں نیک وہاں نکوہیدہ کار جس جگہ یہ سب حضرات وہاں ہم سا بھی واہیات کم محنت، غفلت شعار محض مشتاقِ دیدار، اپنے مرشد کا چہرہ دیکھنے کے مارے سب سے کنارے

ٹکٹکی لگائے ہوئے ذکر سے مطلب نہ فکر سے واسطہ، دید کی عید میں شُد بُد گنوائے ہوئے، ہر شب میں وقت سحر ذکرِ جہر کا وہ شور بڑھتا کہ دن چڑھے اُٹھنے والا بھی نہایت ذوق و شوق سے اوّل وقت اُٹھ کر صبح کی نماز جماعت سے پڑھتا۔ ایک طرف گوشہ جنوب احاطہ مسجد (پیروالی) میں مولوی محمد اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مثل پارہ سر اخضر کے پلئے ہیں۔ یہ بزرگ مولانا صاحب (شیخ محمد محدّث) کے دادا بھائی ہیں۔ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی کے ہمعصر تھے۔ عالم و فاضل، درویش کامل صاحب نظم و نثر تھے "اصطلاحات الفنون" آنحضرت کی بہت بڑی کتاب ہے، فی زمانہ بہت کارآمد ہے ایک مرتبہ طبع ہوئی اب نایاب ہے۔ [1]

حافظ صاحبؒ کے اخلاق

اپنے پیرو مرشد حضرت حافظ محمد ضامن کے عاشقِ زار حکیم ضیاء الدین صاحب اپنی تصنیف "مونسِ مہجوراں" میں اپنے پیرو مرشد کے اخلاق کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

> "اللہ تعالیٰ نے اس ذاتِ عالی کو کیا بے نظیر پیدا کیا تھا کہ کچھ کہا نہیں جاتا اور باایں صورت و شان بے کمال ایسے بے ساختہ اور بے تکلف تھے کہ تصنع کا گمان بھی نہ آتا تھا اور ظاہر و باطن وہ صاف معاملہ تھا کہ ریا کی بُو باس نہ تھی اور ہر ایک یہ جانتا تھا کہ مجھ سے نہایت محبت رکھتے ہیں۔ ہیبت حق چہرۂ پُر نور سے ایسی عیاں تھی کہ ہر ایک

---

[1] حیاتِ امدادیہ مولفہ پروفیسر محمد نور الحسن نور صـ۷۶

دفعتہً آنکھ نہ ملا سکتا تھا اور مردم شناسی کا یہ ملکہ تھا کہ کبھی خطا نہ ہوتا
تھا اور جیسا جس کو دیکھتے ویسا ہی اس سے کلام فرمایا کرتے تھے غرض
کسی حال میں افراط و تفریط نہ تھی اور باوصف خانہ داری اور اہل و
عیال کے نہایت آزاد اور مستغنی المزاج رہتے تھے گویا فکرِ دُنیا پاس
بھی نہ آیا تھا۔ دانائے عصر اور علماء زمانہ ہر ایک مخلص و منقاد تھا، نادان و
منافق سے کچھ باک نہ تھا، ہر وقت عشقِ الٰہی میں مست و سرشار رہتے
تھے، دل کی کیفیت چہرۂ مبارک پر معلوم ہُوا کرتی تھی، آنکھیں ہر وقت
مخمور رہتی تھیں، محبتِ الٰہی کا صورت شریف پر بیّن ظہور تھا اور اتباعِ
شریعت یہ کچھ تھا کہ ادنیٰ بدعت بھی جڑ سے اکھاڑ دیا کرتے تھے اور
خود مسئلہ مختلف میں احتیاط پر عمل فرمایا کرتے تھے اور اوامر و نواہی میں
شانِ فاروقیت کا عروج ہوتا تھا، زہد و تقویٰ پر ایسی کمر چست باندھی
تھی کہ جان تک سے دریغ نہ فرمایا۔ اللہ اللہ کیا اوصاف بیان کروں
مختصر یہ کہ ایک دریائے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور تھا"۔

حافظ صاحبؒ کا حُلیہ

آپ کا حلیہ مبارک حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی نے اپنی طویل نظم
میں بیان فرمایا ہے جس کو مختصر الفاظ میں یوں سمجھ لیجیے۔
حافظ صاحب کا رنگ گورا سفید تھا، چیچک کے کچھ داغ چہرے پر تھے لیکن
خوشنما معلوم ہوتے تھے، قد درمیانہ درجہ کا تھا اور نہایت متناسب، خوبصورت

اور چہرے سے رعب نمایاں، آنکھوں میں سُرخی چمکتی تھی، سینے پر سیاہ بال تھے، بھویں آپس میں ملی ہوئی نہیں تھیں بلکہ کشادہ تھیں، سر منڈواتے رہتے تھے، گردن بلند تھی اور چہرے پر تبسم رہتا تھا، بے تکلف سیدھے سادھے بزرگ اور ظریفانہ طبیعت کے مالک تھے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے جو حافظ صاحب کا منظوم حلیہ لکھا ہے اس کے کچھ منتخب شدہ اشعار یہ ہیں ؎

صورت و سیرت میں وہ سب سے نبیہ ۔۔۔ حضرت فاروق رضؓ کی بالکل شبیہ
قامتِ موزوں ہے جو طوبیٰ مثال ۔۔۔ اس کی صفت ہوگئی لکھنی محال
قد متوسط ہے نہ کوتاہ، نہ دراز ۔۔۔ سامنے جس کے کرے طوبیٰ نیاز
چہرۂ پُر نور میں یوں ہے دمک ۔۔۔ نورِ تجلی کی ہو جیسے چمک
سُرخیٔ چشم اس کی جو یاد آئے ہے ۔۔۔ آنکھوں سے یاں خوں ہی بہ جائے ہے
ان کے محاسن میں یوں چمکے عذار ۔۔۔ شعلہ کے جوں دودِ سیہ میں بہار
ایسی فصاحت سے وہ کرتے کلام ۔۔۔ جس کے ہوں الفاظ، لطیفہ تمام

چہرے پہ چیچک کے جو دیکھو نشان
قطرۂ شبنم گل تر پہ عیاں

حافظ صاحبؒ کی شہادت پر تاریخی قطعے

"مونسِ مہجوراں" میں حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہیدِ فرنگ کی شہادت پر آپ کے پیر بھائیوں وغیرہ نے جو تاریخی قطعے کہے وہ نقل کیے جاتے ہیں البتہ

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نے جو اشعار فرمائے ہیں وہ بھی اس مجموعہ میں درج کیے گئے ہیں۔ ۶۴ اشعار کا جو مرثیہ یا تاریخی قطعہ حضرت مولانا محمد قاسم نے فرمایا ہے اس میں سے کچھ منتخب اشعار درج کیے جاتے ہیں ؎

نہ پوچھو ہو رہے ہیں کیوں خفا ہم اس قدر جاں سے
ہمیں پالا پڑا ہے اب کے غمہائے فراواں سے

کہیں سے مول لا دے دل مجھے کچھ اور اے ہمدم
کہ اُٹھنے کا نہیں بارِ غم اس قلبِ پریشاں سے

غمِ جاناں میں ہم کو ان دنوں رونا ضروری ہے
طلب کر اب کی نوبت چشمِ پُرآب ابرِ باراں سے

ہجوم صدمہ جانکاہ ہر صبح و مسا اب کی
تقاضا ماتمِ غم کرے ہے جن و انساں سے

چُھپا آنکھوں سے وہ نورِ مجسّم خاک میں جا کر
کہ جس کا خالِ پا بہتر تھا اس مہرِ درخشاں سے

شہیدِ راہِ حق، حافظ محمد ضامن چشتی
بنایا تھا جسے حق نے مِلا کر عشق و عرفاں سے

بچھاتے تھے ملائک بال و پَر، پاؤں تلے جس کے
لٹائے خاک میں ان کو عجب ہے چرخِ دوراں سے

فراقِ یار میں کر فکرِ جاں کچھ اے دلِ ناداں
کہ اب کی بر سرِ پرخاشِ غم آیا ہے ساماں سے

مدد کر صبر کچھ اب کے دلِ مضطر کے ہاتھوں سے
نظر آتا ہے غم میں ہاتھ دھو بیٹھیں گے ہم جاں سے

فراقِ یار میں ہر دم ہمارا حال ابتر ہے
مدد کرنا اجل فریاد کرتے ہیں گے سجاں سے

تسلی ہمدموں! تاروں کے گننے سے نہیں ہوتی
کہ اس خورشید رو کی یاد میں ہم ہیں گے غلطاں سے

قریبِ یار ہم کو دفن کرنا ورنہ محشر تک
صدائے نالۂ شوق آئے گی گورِ غریباں سے

دلِ بیتاب کے ہاتھوں سے تنگ آیا ہوں ہجراں میں
نہ چپکے ہی بنے ہے اور نہ کچھ ہوتا ہے افغاں سے

نظر آئے گی یارب پھر بھی وہ صورت کبھی ہم کو
سنیں گے پھر بھی وہ آواز ان لب ہائے خنداں سے

تو اے یادِ عنایت ہائے دلبر اب تو بس کر
بہت سے رو چکے ہم حسرت و افسوس و حرماں سے

کسی کا کیا گیا پر رنج فرقت کی مصیبت کو
کوئی جا کر کے ٹک پوچھے ضیاء الدین نالاں سے

ہوئی ہم سے خطا یا تھی کشش حُبِّ الٰہی کی
کوئی پوچھے سبب رحلت کا اس سالارِ خوباں سے

گناہوں کے سبب گر ہم نہیں تھے لائقِ صحبت
تو ہم کو بخشوا لینا کچھ کہہ سُن کے رحماں سے
اگر ممنوع تھا ہم سے گنہگاروں کا لے چلنا
تو تنہا اس طرح جانا ہی نازیبا ہے سلطاں سے
اگر قاصد مجھے کوئی وہاں تک کا بہم پہنچے
تو کہلا کر کے بھیجوں یُوں مَیں اس سالارِ نیکاں سے
مبارک ہو تمھیں وصلِ خدا خُلد بریں میں، پر
ہمیں یوں چھوڑ کر تنہا تمھیں جانا نہ تھا یاں سے
نشاطِ خُلد میں گر یاد آجائیں کبھی ہم بھی
تو آ کر دیکھنا پہنچے ہَیں کس درجہ کو ہجراں سے
غمِ فُرقت میں یاں گزرے ہے پر کچھ بن نہیں پڑتی
تمھیں فرصت نہیں واں لذتِ دیدارِ یزداں سے
بھروسے کِس کے چھوڑا آپ نے ہم سے غریبوں کو
دیا تھا دل تمھیں کچھ یاد ہو کس عہد وپیماں سے
بنے تھے یُوں تو ہم روزِ ازل سے غم اُٹھانے کو
نہ تھی پہ یہ خبر ہوں گے الگ بھی تیرے داماں سے
تمھارے ہجر میں جانِ جہاں کچھ بن نہیں آتا
دلِ حسرت زدہ گھبرائے ہے سیرِ گلستاں سے

دلِ مایوس کی کوئی نہیں صورت تسلّی کی
مگر ہاں سر نکالو تم اگر گنجِ شہیداں سے

بحقِ شیخِ دیں، حافظ محمد ضامن چشتی
ضیاء الدین جائے اس جہاں سے یارب ایماں سے

حکیم ضیاء الدین صاحب کے حقیقی بھائی مُحمّد علاء الدین ؒ

ربود از دل قرار وصبر از جان وداع حضرت ہادیِ دوراں
شہیدِ راہ مولا، غوثِ دارین، ولیِ اکمل ومحبوبِ سُبحاں

مُحمد ضامنِ چشتی کہ بہ نسبت فاروقیست آں مقبول یزداں
بوصلِ حق رسیدہ، شاد وخرم، ولیِ زندہ بحکمِ نصِ قرآں

جدا ماندہ چو زاں ہادیِ عشاق فتادہ برزمیں ہر کس چو بیجاں
بروز بست وچہارم از محرم مجاہد شد پئے دین کرد ساماں

شروع ظہر کرد و شنبہ بود، رواں شد سوئے حق آں شاہ دوراں
مزارش قصبۂ تھانہ بھون شد ولے آں نور شد تا روم وایراں

علاء الدین حزیں سال وصالش ہمیں میکرد فکرش از دل وجاں
یکایک ایں ندا از غیب آمد، شہادتِ مرشد ہادی تو برخواں

۱۲۷۴ھ

حضرت مولانا عبد السمیع صاحب بیدل خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب
مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ؒ

ہُوا وہ حادثہ برپا کہ جس سے اے بیدل
نہ جاں میں جاں رہی، کچھ نہ دم رہا دم میں
جو دیکھے لبِ غنچہ تو چُپ ہے حیرت سے
لباسِ گُل کو جو دیکھو تو چاک ہے غم میں
کھڑے چمن میں ہیں ششدر سے سرو اور شمشاد
بہاتا اشک ہے گردوں ملا کے شبنم میں
جو قمریاں ہیں، سوگنڈا ہیں نیل گوں پہنے
جو بُلبلیں ہیں سو نالاں ہیں زیر اور بم میں
جو آدمی ہیں سو ماتم یہ ان سے خواہاں ہے
کہ آہ و نالہ سے محشر بپا ہو عالم میں
شہید ہو گئے ضامن علی پاک نہاد
جواب جن کا نہ تھا کوئی نسلِ آدم میں
ہوئے شہید مگر اِک تماشہ دِکھلا کر
لہُولہان کیا دشمنوں کو اِک دم میں
نہ چھوڑی نام کو گردن کہیں نصارٰی کی
گلو بریدہ ہے سکّہ بھی ان کا درھم میں
جو مارے تیر، تو لگتے ہی جا لیا گوشہ
ھزاروں کافرِ بدکیش نے جہنم میں

خدا کو پیارے ہوئے آخرش شہید ہوئے

نہ دل میں تاب ہے باقی نہ کچھ تواں ہم میں

اسی قلق میں ہوئی ہے زمیں کی رنگت زرد

سیاہ پوش فلک ہے انھیں کے ماتم میں

جو پوچھے سنہ شہادت کہا فلک نے کہ ہائے

ہوئے شہید وہ شاہ جری محرّم میں

ان اشعار میں ہر مصرعہ کے اول حرف کے عدد سے سنہ شہادت ۱۲۷۴ھ حاصل ہوتے ہیں۔

بیؔدل صاحب کی فارسی میں دوسری تاریخ ؎

بیدل آں وقت کہ حافظ ضامن رفت و آراست بجنت مسند

شاہ رضواں شد و گفت ایں تاریخ حافظ مصحف ایزد آمد

میاں عبد الغفور صاحب ؎

حوریں سب مل کر کے بولیں واہ وا پیر کے دن خلد میں پیر آ گئے

۱۲۷۴ھ

مُلّا زین العابدین پشاوری ؎

شہ بہشت بریں بود و نیز از پئے سال بفال طرفہ بر آمد شہ بہشت بریں

روز دو شنبہ و ماہ بود محرم کہ ماند عالم فانی و شد شاہ بہشت بریں

محمد ضامن آں فرخندہ اخلاق کہ رضواں بود شں، اندر خلد مشتاق

زمین یک نقطہ از پرکار قدرش ملک از قصر جاہش کمترین طاق

جمال صورتش بیروں ز تقریر کمال معنیش افزوں ز اوراق

چو درس بندگی برداشت از بر — کتاب زندگی بنہاد بر طاق
چو گشت آن شہ بفردوس بریں جنت — جہاں گردید از عقل و خرد طاق
جگر خوں گشتہ عابد ریخت از درد — بسے پرکالہ دل از راہِ ساق
پئے تاریخ آں مقبول بارگاہ — بجاں گشتند ساعی جمیع عشاق
محرم بست و چار و یوم الاثنین — بوقت ظہر شد ایں منزل شاق
بگوشم سال وصلش ہاتفے گفت
زعالم رفت دران بدر آفاق

عبد الرحمٰن رام پوری ؎

مُرشدِ خلق ، ہادیٔ آفاق — مصدرِ فیض ، حامیٔ عشاق
دیں پناہ ، آں محمد ضامن — رو برو شد بجانب رزاق
حُور و غلماں پئے قدم بوسی — بر درِ خلد بود چوں مشتاق
شرق تا غرب ، ہم شمال و جنوب — پر ز رنج و تعب ہمہ آفاق
از زمیں تا بآسماں بشنو — شور و فریاد از دلِ عشاق
کرد ذکر ایں مسافر غم گیں — بہر تاریخِ مرشدِ آفاق
ناگہاں از زبان استادی
گوشش زد شد کہ اتقی الاخلاق
۱۲۷۴ھ

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حافظ محمد ضامن علی کی شہادت کے بعد ان کی جدائی و فراق و ہجر پر جو نقشہ اشعار

میں کھینچا ہے، وہ حسبِ ذیل ہے ؎

پر نہ دیتا تھا مجھے فرصت زماں — تا لکھوں اس نظم کو باشوقِ جاں

لایا اتنے میں زمانہ اور رنگ — ہو گیا کچھ اور ہی عالم کا ڈھنگ

ہو گئے بس حضرتِ حافظ شہید — شامِ غم ہم کو ہُوا نو روزِ عید

خوش نہ آئی اس جہاں کی رنگ و بُو — چل دیے بس جنت الفردوس کو

ہم بے چاروں کو تڑپتا چھوڑ کر — سُوئے حق راہی ہوئے منہ موڑ کر

وصل سے حق کے ہوئے وہ بہرور — پیتے ہیں حسرت سے خونِ جگر

ناز و نعمت میں وہ مشغول واں — خاک و خوں میں لوٹتے ہیں ہم یہاں

جامِ کوثر سے ہوئے وہ لب بلب — چاٹتے ہیں پیاس ہیں ہم اپنے لب

آپ تو راحت کے ساماں لے گئے — یہ رنج و الم یاں دے گئے

عیش میں ہم کو دیا بالکل بھلا — حقِ قربت اور الفت سب گیا

بے خبر ہم سے اگر رہنا تھا یوں — ساتھ اپنے لے گئے ہم کو نہ کیوں

گرچہ ہم لائق نہ تھے درگاہ کے — کفش برداری میں رہتے شاہ کے

شاہ کو زیبا ہے کب تنہا روی — گو بہت خادم نہ ہوں تھوڑے سہی

آہ واویلا، دریغا، حسرتا — ساتھ والے چل دیے مَیں رہ گیا

ساتھ کا اپنے ہر اِک واصل ہُوا — مُدعا دل کا اُسے حاصل ہُوا

پہنچا ہر اک منزلِ مقصود پر — رہ گیا مَیں پڑا بس دُور تک

صاف تھے جو چل دیے صاف اور پاک — مثل تلچھٹ رہ گیا مَیں زیرِ خاک

جو کہ نوری تھے گئے افلاک پر — رہ گیا سایہ کے جوں میں خاک پر

گھر کیا قمری نے شاخِ سرو پر جھاڑ میں لٹکی ہے چمگادڑ مگر
ماہیِ حق نے تو لی دریا کی راہ موش سوراخ زمیں ہے تب ہ
مُرغِ آبی نے کیا دریا میں گھر
مُرغِ خاکی لوٹتا ہے خاک پر

حافظ صاحبؒ کے صاحبزادے

مولانا حکیم حافظ محمد یوسف صاحب حضرت حافظ محمد ضامن کے صاحبزادے تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے مخصوص خلفاء میں سے تھے۔ حضرت حاجی صاحب نے ضیاء القلوب ان ہی کی فرمائش پر لکھی تھی چنانچہ آپ نے اس بات کا ذکر ضیاء القلوب کے دیباچہ میں فرمایا ہے۔ فارسی عبارت کا یہ ترجمہ ہے:

ضیاء القلوب کی تالیف کا سبب

"بعض درویش دوستوں نے خاص طور پر عزیزم سعید کونین خوش اخلاق، حافظ محمد یوسف نے جو کہ امام العاشقین عارف باللہ کامل اکمل حافظ محمد ضامن شہید فاروقی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں نے مجھ سے التماس کیا اور اس رسالہ کے لکھنے کا باعث ہوئے جو کچھ عالیہ خاندان چشتیہ صابریہ قدوسیہ کے اذکار و اشغال ہیں ہمارے لیے جو کہ آپ جانتے ہیں قیام حرمین شریفین سے دُور ہندوستان میں پڑے ہوئے ہیں تحریر فرمائیں تاکہ ہم لوگ اس پر عمل کر سکیں اور آئندہ کے لیے بھی یہ کتاب مفید و کار آمد ہو۔"

حافظ محمد یوسف صاحب کا حال اور وفات

حافظ محمد یوسف صاحب ابتدا میں الور میں ملازم تھے اور ریاست بھوپال میں تحصیلدار بھی رہے[1] حافظ محمد یوسف صاحب اپنے والد ماجد کی طرح بہت ظریف، خوش طبع اور صاحبِ تصرف و کشف و کرامات بزرگ تھے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ نے آپ کے تصرف و کشف کے متعدد واقعات اپنی آپ بیتی میں تحریر فرمائے ہیں۔ حافظ محمود صاحب جو قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دار العلوم دیوبند کے خسر تھے ان سے لڑکپن میں فرمایا کرتے تھے محمود ہمارے پاس کچھ چٹکلے ہیں ہم سے پوچھ لینا گھر بیٹھے دو سو ملا کریں گے۔ اس زمانہ کے دو سو آج کل کے ہزاروں کے برابر تھے۔ حافظ محمود صاحب نے اس کو کوئی زیادہ اہمیت نہیں دی۔

عصر کی نماز کی تکبیر ہو رہی تھی، صف سے آگے منہ نکال کر فرمایا ارے محمود ہماری بات یاد رکھنا، کل ہمیں سفر میں جانا ہے وہ سمجھے کہ آپ کو گنگوہ یا جھنجھانہ وغیرہ جانا ہوگا، اگلے روز حافظ صاحب نے گنگوہ، تھانہ بھون، جھنجھانہ اور دیوبند وغیرہ میں خطوط تحریر فرمائے کہ آج سفر کا ارادہ ہے، لوگ سمجھے کہ قرب وجوار میں اکثر جایا کرتے تھے ممکن ہو کہ کسی جگہ جانے کا ارادہ ہو یہ کسی نے نہیں سمجھا کہ آپ اس دُنیا کو چھوڑ کر دوسری دُنیا میں تشریف لے جا رہے ہیں۔

دوسرے دن عصر کی نماز جماعت سے پڑھی۔ اس مسجد کے صحن کے سامنے

---

[1] آپ بیتی مؤلفہ مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مدظلہ

ایک چارپائی پڑی تھی جس پر آپ اکثر لیٹا کرتے تھے وہاں پہنچ کر کُرتا اُتارا صرف لنگی بندھی ہوئی تھی، قبلہ کی طرف منہ کر کے لیٹ گئے اور یہ جا وہ جا۔ نمازی مسجد سے نکل کر محل حویلی جو مسجد کے قریب بہت مشہور و معروف مکان آپ کے اعزہ کے تھے وہاں تک پہنچنے بھی نہ پائے تھے کہ مسجد کا مؤذن بھاگا ہوا گیا چلو حافظ جی کو دیکھو کیا ہو گیا ہے، لوگ سب واپس ہوئے تو دیکھا کہ حضرت حافظ محمد یوسف صاحب ابدی سفر پر روانہ ہو چکے ہیں۔ [۱]

مولانا گنگوہیؒ کے ہاں ایک جاسوس کی آمد

جناب حافظ محمد یوسف صاحبؒ کے حاجی امداد اللہ صاحب سے مراسم و خط و کتابت تھی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے گہرے تعلقات و عقیدت تھی۔ اس حلقہ کے بزرگ اور ان کے ہم عمر آپ کی بے پناہ قدر و منزلت کرتے تھے۔ حافظ محمد ضامن کے صاحبزادے ہونے اور ذاتی قابلیت و لیاقت کی وجہ سے کرتے تھے، آپ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے ہاں کبھی کبھی قیام بھی فرما لیا کرتے تھے۔ اسی قیام کے دوران حسب ذیل واقعہ آپ کو پیش آیا۔

"ایک مرتبہ ایک صاحب تشریف لائے اور اس درجہ اخلاص و عقیدت کا اظہار کیا کہ سننے والے بھی کہنے لگے کہ کوئی بڑا جاں نثار اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا والہ و شیدا شخص ہے جس وقت حضرت کے سامنے آیا اور لجاجت کے ساتھ بعیت کا ارادہ ظاہر کیا تو حضرت نے اس کو جھڑک دیا اور فرمایا "جاؤ میرے

---

[۱] تبرکات ص۵۳

یہاں تمہارا کام نہیں مَیں تم کو ہرگز مرید نہیں کروں گا"۔ یہ شخص رو دیا اور مخلصین سے گڑگڑا کر سفارش کرائی مگر جس نے بھی سفارش کی اس کو بھی گھرکی ملی اور یُوں ارشاد فرمایا۔ "مَیں کہہ چکا ہُوں مرید نہیں کروں گا"۔ اس سے کہہ دیں یہاں نہ ٹھہرے روٹی کا کہیں اور جگہ بندوبست کرے، اگر نہ جائے تو اس کو نکال دو، اسباب باہر پھینک دو، حضرت کی خلافِ عادت اس بے توجہی پر دوسروں کو بھی افسوس ہُوا مگر حکم کی تعمیل کیے بغیر چارہ بھی نہ تھا، اس کا تمام اسباب خانقاہ سے باہر کر دیا اور اس سے کہہ دیا گیا کہ حضرت کے مکان سے تمہارا کھانا نہیں آئے گا اس روکھے برتاؤ پر بھی اس نے حسنِ عقیدت کا اظہار نہ چھوڑا اور رو کر کہا کہ کچھ بھی ہو مَیں تو حضرت سے بیعت ہی ہوں گا۔ حکیم محمد یوسف کو اس کی عقیدت و محبت دیکھ کر ترس آ گیا اور اس کو اپنی بیٹھک میں ٹھہرا کر اس کی تسلی و تشفی کی اور کہا مناسب وقت دیکھ کر تمہاری سفارش کر کے تم کو مرید کرا دوں گا۔ اگلے دن حکیم صاحب نے ارادہ کیا کہ حضرت سے عرض کروں، ابھی حکیم صاحب کچھ کہنے نہ پائے تھے کہ حضرت نے خود ہی فرمایا آنے والا کہاں ہے تم نے اسے کیوں ٹھہرا رکھا ہے، کرایہ کا ٹٹو کر دو اور کہہ دو کہ چلتا ہو۔ اب یہ کیا کہیں، خاموش چلے آئے کہ کسی دوسرے وقت کہہ دوں گا، عصر کے بعد پھر ارادہ کیا مگر حضرت نے کہنے سے پہلے ہی فرما دیا "اس کو ابھی چلتا نہیں کیا" دبی زبان سے حکیم صاحب بولے کہ حضرت آئے ہوئے مہمان کو کہیں اس طرح نکالا جاتا ہے، آپ نے مُنہ پھیر لیا اور فرمایا کیسی مروّت" آخر آپ خاموش ہو کر چلے آئے، بیٹھک میں قدم رکھا تو وہ کتاب کھول کر کچھ لکھ رہا تھا، حکیم صاحب کے آتے ہی اس نے جلدی سے کتاب بند کر کے جزدان میں لپیٹ کر حمائل بنا کر گلے میں ڈال لی۔ اب حکیم صاحب کا

دِل کھٹکا اور فکر ہُوا کہ کسی طرح اس کی حمائل دیکھ لُوں کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ آسانی کے ساتھ کتاب کو دیکھ نہیں سکتے تھے اس لیے تدبیر کی۔ اس کو باتوں میں لگائے رکھا یہاں تک کہ نیند کے غلبہ سے عاجز آ گیا، جب انھوں نے دیکھا کہ اب یہ سونے والا ہے تو یہ کہہ کر چلے آئے اچھا اب سو جائیے۔ وہ لیٹا اور لیٹتے ہی گہری غفلت کی نیند سو گیا۔ اس وقت انھوں نے گردن میں سے حمائل نکالی، لیمپ کے سامنے رکھ کر کھولی، دیکھا تو کہیں انگریزی، کہیں فارسی اور کہیں اُردو عربی لکھ رکھی ہے عجلت کے ساتھ ورق گردانی کی، ایک جگہ کسی انگریز حاکم کے نام چٹھی کی نقل پر نظر پڑی، جس میں یہ بھی لکھا تھا کہ "مَیں نے حکومت کی خیر خواہی میں جان تو جان اپنے ایمان کی بھی پرواہ نہیں کی مگر افسوس کہ میری قدر جیسی ہونی چاہیئے تھی وہ نہ ہوئی" اس عبارت کو پڑھ کر حکیم صاحب کانپ اٹھے اور کتاب بند کر کے اسی طرح اس کے گلے میں ڈال کر باہر چلے آئے، علی الصباح کرایہ کا ٹٹو بیٹھک کے دروازہ پر لا کر کھڑا کر دیا اور اس سے کہا جناب سواری تیار ہے مہربانی فرما کر سوار ہو جائیے ٹھنڈے ٹھنڈے پہنچ جایئے گا۔ اس بے رُخے انداز کو دیکھ کر وہ شخص سمجھ گیا کہ رات کو بیہوشی کی نیند میں مکاری و عیاری کا بھانڈا پھُوٹ گیا اس لیے وہ کچھ بولا نہیں، بستر بغل میں دبا کر کھڑا ہو گیا اور گردن جھکائے وہاں سے خاموش رخصت ہو گیا[1]

حافظ محمد ضامن صاحب کے خاندان کے لوگ آپ کے ہم رنگ و ہم مسلک تھے جن میں مولانا حافظ وحید الدین اور حافظ حسام الدین کے نام آتے ہیں۔ مولانا حافظ وحید الدین رامپوری حکیم ضیاء الدین رامپوری کے قریبی عزیز اور حضرت حاجی امداد اللہ

---

[1] تذکرۃ الرشید دویم صـ۹۳

مہاجر مکی سے بیعت تھے۔ محدث گنگوہی سے استفادہ باطنی کیا۔ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی آپ کے بارے میں بہت بلند خیالات رکھتے تھے۔ حضرت حاجی صاحب اپنے ایک خط میں آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں [1]

از اسلوبی حال عزیز وحید الدین	عزیز وحید الدین کی اسلوبی حال سے
خوشنود شدم اللہ تعالیٰ ترقی کند	خوشی ہوئی، اللہ تعالیٰ ترقی کرے
بمقصود خود رساند۔	اور اپنے مقصود پر پہنچائے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

اب سُنو کہ بندہ تم کو اپنے سے عمدہ جانتا ہے۔ خصوصًا یہ حال جو آپ نے اپنے لکھے ہیں اس سے تو صاف ہو گیا، کیونکہ یہ احوال نصیب بندہ میں نہیں ہے، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے اور بندہ کو بھی حصّہ مل جائے (آمین) [2]

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے چار خط بنام حافظ وحید الدین صاحب "مکاتیبِ رشیدیہ" میں درج ہیں۔ حافظ وحید الدین صاحب نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے مکاتیب جمع کیے جو مرقوماتِ امدادیہ کے نام سے "امداد المشتاق" میں شامل ہیں۔ حافظ وحید الدین کے ایک صاحبزادے مولوی سعید الدین صاحب تھے جو بھوپال میں مدار المہام مقرر ہوئے تھے۔

حافظ حسام الدین منہیاراں رام پور ضلع سہارنپور کے باشندے تھے،

---

[1] امداد المشتاق ص۱۴۷ و تبرکات ص۵۰ [2] مکاتیب رشیدیہ ص۹۴ و تبرکات ص۱۰۵

جناب حکیم ضیاء الدین صاحب کے خاندان کے صاحب نسبت بزرگ تھے، بیعت و استفادہ باطنی کا تعلق حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی سے رکھتے تھے، ان کے انتقال پر حضرت حاجی صاحب نے انتہائی رنج و غم اور افسوس کا اظہار فرمایا تھا۔ جس کا اندازہ حسب ذیل عبارت سے ہوتا ہے۔ [1]

واز خبر وحشت اثر انتقال عزیز جانم حافظ حسام الدین رنجیکہ پیرامون خاطر احقر گردید بقلم نمی آید تنہائی آن عزیز مثل خادم ہم پیالہ وہم نوالہ شما بود۔ رضا بقضاء اللہ تعالیٰ عزیز مرحوم را از حساب و کتاب قبر پاک و صاف کردہ بجنت الفردوس رساناد۔

عزیز از جان حافظ حسام الدین کے انتقال کی خبر وحشت اثر سے احقر کو جس قدر رنج ہوا ہے وہ تحریر میں نہیں آسکتا، خصوصاً آں عزیز کی تنہائی کے خیال سے اس لیے کہ عزیز مرحوم مثل خادم ہم پیالہ وہم نوالہ تھے راضی برضا ہوں۔ اللہ تعالیٰ عزیز مرحوم کو قبر کے حساب کتاب سے پاک صاف کر کے جنت الفردوس میں پہنچائے۔

کتاب "مونس مہجوراں" اور مصنّفِ کتاب

"مونسِ مہجوراں" کی زبان کیسی ہے اور طرزِ نگارش کیسا ہے، یہ آپ "مونسِ مہجوراں" پڑھ کر معلوم کر سکتے ہیں۔ یہ کتاب دلی جذبات الم و فرقت کی ترجمان ہے نظر ثانی بھی نہیں کی گئی، اس کے باوجود اس کی زبان پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔
حکیم ضیاء الدین صاحب ان پڑھ نہیں تھے، فارسی دانوں میں اچھا درجہ رکھتے

---

[1] تبرکات صفحہ ۵۴

تھے، ان کی لیاقت و قابلیت اظہر من الشمس تھی، علمی طبقہ میں اعلیٰ مقام تھا۔ آپ حضرت میاں جی نور محمد صاحب، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی کے جلیس تھے۔ زیادہ وقت ان کا ان کی مجالس میں گزرتا تھا۔ اس اعتبار سے بھی خصوصی اہمیت کے حامل تھے۔

"مونسِ مہجوراں" میں سب سے زیادہ نمایاں جو چیز نظر آتی ہے وہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب کی شاملی کے جہادِ آزادی ۱۸۵۷ء میں شرکت ہے اور شرکت بھی وقتی طور پر نہیں بلکہ "مونسِ مہجوراں" کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کافی دنوں سے اس کی تیاری فرما رہے تھے۔

ایسے معرکوں میں انسان تن تنہا شرکت نہیں کرتا بلکہ اس کے ساتھ جان دینے والوں کی ایک جماعت ہوتی ہے جن میں ان کے مشورے شامل ہوتے ہیں چنانچہ اس جنگ میں ہوا بھی ایسا ہی۔ حافظ صاحبؒ جب شہید ہوئے تو آپ کے جسم سے عطروں کی خوشبو آرہی تھی جس کی تصدیق حکیم ضیاء الدین صاحب کے ساتھ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے بھی فرمائی اور حافظ محمد ضامن صاحب نے شہادت سے قبل حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کو وصیت فرمائی تھی کہ میری شہادت کے وقت تم میرے پاس رہنا چنانچہ حضرت مولانا گنگوہی آپ کے گولی لگنے کے بعد حافظ صاحب کو قریب کی مسجد میں لے گئے اور اپنے زانو پر ان کا سر رکھا، اسی حالت میں آپ نے وفات پائی۔

حافظ صاحب اس معرکہ میں انگریزوں سے نبرد آزما ہوئے تھے جس کی

تصدیق حضرت مولانا عبدالسمیع بیدل رامپوری نے اپنے حسب ذیل اشعار میں فرمائی تھی ؎

ہوئے شہید مگر اک تماشا دکھلا کر　　لہو لہان کیا دشمنوں کو اک دم میں
نہ چھوڑی نام کو گردن کہیں نصاریٰ کی　　گلو بریدہ ہے سکہ بھی ان کا درہم میں
جو مارے تیر تو لگتے ہی جا لیا گوشہ　　ہزاروں کافر بدکیش نے جہنم میں

اس بیّن اور واضح ثبوت کے بعد محض اختلافی مسائل کی وجہ سے بعض لوگ شاملی کے معرکۂ جہاد سے انکار کرتے ہیں جو سمجھداری کی بات نہیں اس میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نے حضرت حافظ صاحب کے ساتھ شرکت کی اور قائد کی حیثیت سے کی۔ حضرت حاجی صاحب کے اسی جنگ میں شرکت کی وجہ سے وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے، اسی بنا پر آپ نے حجازِ مقدس کی طرف ہجرت فرمائی "مونسِ مہجوراں" میں معرکۂ شاملی ۱۸۵۷ء کا ذکر ایک مضبوط و پائیدار دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے، اس کے پڑھنے کے بعد معرکۂ شاملی میں ان حضرات کی شرکت پر نکتہ چینی کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیا حضرت مولانا عبدالسمیع بیدل بھی غلط بات کہنے والے ہو سکتے ہیں۔

مونسِ مہجوراں

تذکرہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

از

مولانا حکیم ضیاء الدین رامپوری

حق ، حق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وجہ تالیف مونسِ مہجوراں

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ محمّد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین، برحمتک یا ارحم الراحمین۔

بندۂ نالائق وگنہگار محمد ضیاء الدین بن غلام محی الدین بن غلام مصطفےٰ انصاری چشتی حنفی رامپوری عفی اللہ عنہ کاتب الحروف ایک روز حالتِ زار دیکھ کر صدمۂ مفارقت حضرت پیرومرشد برحق نورِ مطلق قبلۂ کونین کعبۂ دارین، دستگیر درماندگان ہادی دین و ایمان محی سنّتِ رسول اللہ جاں باز و جہاں ناز فی سبیل اللہ، سرتاجِ اصفیاء اتقیاء، نائب رسول اللہ، حافظ کلام اللہ، سعیدِ ازلی، واقفِ اسرارِ خفی وجلی، محرم رازِ کبریا، معدنِ جود وسخا، موصوف بصفاتِ الٰہی، محوِ ذاتِ نامتناہی، سرخیلِ عاشقین، محبوب

رب العالمین، قطب الواصلین، شمس العارفین، سیّد الشہدار، انوار الھدا، رئیس الاولیا، جناب عالی متعالی وسید درگاہِ خدائی مرشدی ومولائی حضرت مولانا حافظ محمد ضامن صاحب قبلہ فاروقی چشتی حنفی تھانوی نوراللہ مرقدہ وقدس سرہٗ وادام اللہ فیوضہ میں طرح طرح کے بیان تاسف کرتا تھا اور اپنی ناکامی پر روتا تھا۔ آخر یہ خیال میں آیا کہ یہ حسرت ویاس تادمِ مرگ نہ جائے گی، اب یہ غم کی کہانی جو کچھ کہہ رہا ہے لکھ رکھ تاکہ اوقاتِ اضطراری اور بیقراری میں مددگار اور مونسِ حال ہو۔ یعنی دلِ مہجور کے بہلانے کو ایک افسانہ ہو جائے اس لیے جو کچھ فقرے بے تکلف اور بلا تصنع دل سے زبان وقلم پر آئے لکھ دیے اور چند نکات وحالات حضرت پیر ومرشد رحمۃ اللہ علیہ بھی درج کیے، کیونکہ ذکر بزرگوں کا محبت کا اثر رکھتا ہے اور بعض مخلصانِ بے ریا نے ولولۂ محبت اور صدمۂ مفارقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ میں اکثر مضامین تصنیف فرمائے تھے۔ ان میں سے کچھ نظم بشرطِ موقع عبارت واسطے طریقہ کیفیت کے شامل کیے گویا یہ ایک نسخۂ مرکب چند شربت کا اپنے مرض کے لیے بنا لیا کہ رفع درد واضطرار کا ہو ویسے اسی واسطے "مونسِ مہجوراں" نام اس کا مقرر ہُوا اور واضح ہو کہ مجھ کو عبارت آرائی اور سخن تراشی نہیں آتی، اس کا کچھ خیال نہ کرے۔ یہ تو ایک وقت کا بیان حال ہے اگر کسی کو خوش آئے دیکھے ورنہ اس نالائق کو معذور سمجھے مگر ملاحظہ فرمانے والوں کی خدمت میں للہ یہ عرض ہے کہ مجھ کو دعائے خیر سے ضرور یاد فرمائیں کہ خاتمہ کا وقت بڑا مشکل ہے، اللہ مجھ سمیت سب کا خاتمہ خیر سے کرے۔ آمین یارب العلمین۔

شربتِ اوّل

شربت اوّل در بیان حُلیہ شریف حضرت پیر ومرشد رحمۃ اللہ علیہ

نظم کیا ہُوا جناب حافظ حاجی مولانا محمد یعقوب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نانوتوی کا۔ کہ خلیفہ جناب فیض مآب ہادیٔ زمان، رضائے گمراہان، وسیلہ دو جہاں رئیس الاولیاء قطب مدار حاجی حافظ حضرت شیخ امداد اللہؒ کے ہیں، لکھتا ہوں ان اوراق میں بعض جگہ لفظ جمع کا لکھا جائے گا۔ سو وہ انھیں دونوں برادرانِ طریقت اور پیشوایانِ راہِ حقیقت سے مراد ہے۔ ادام اللہ فیوضہما ؎

رُوح القدس کا اب سے نہ کیا ہم صفیر ہوں
میں شرحِ سازِ حُلیۂ پیرانِ پیر ہوں

گردوں سُنا اس اپنے بیانِ فصیح کو
توطا لبانِ شیخ کا میں دستگیر ہُوں

حُلیۂ پاک ان کا لکھے ہے قلم
ہیں یدِ قدرت کی جو نادر رقم

جن کا جہاں میں نہیں کوئی نظیر
مرشدِ آفاق ہیں پیرانِ پیر

قطبِ زمان حافظ ضامن شہید
دید نظیر ان کی نہیں اور شنید

کیا کہوں مثل اس کے کوئی بھی نہیں
ایسا نہ دیکھا نہ سُنا ہے کہیں

صورت و سیرت میں وہ سب کے بنیہ
حضرتِ فاروق کے بالکل شبیہ

قامتِ موزوں ہے جو طوبا مثال
اس کی صفت ہو گئی لکھنی محال

قد ہے وہ اسلام کا قائم علم
جس کے ہوئے سر پہ مہ و مہر خم

دیں کی بنا کا ہے وہ قائم ستون
سرو بھی ہو آ کے جہاں سرنگوں

قد متوسط ہے نہ کوتاہ نہ دراز
سامنے جس کے کرے طوبا نیاز

چہرۂ پُر نور کا عالم ہے اور
چاہیئے یاں دیدۂ حق بیں کو نور

نُورِ خدا اس میں نظر آئے ہے
سامنے کیا برق ہو، شرمائے ہے

چہرۂ پُر نور میں یوں ہے دمک
نورِ تجلّی کی ہو جیسے چمک

چاند کہاں، چہرۂ نیکو کہاں　　چشم کہاں نرگسِ جادو کہاں

سحر کہوں اس کو تو اعجاز ہو　　سازِ سخن اس میں سخن ساز ہو

گر کہوں فتنہ تو ادب سے ہے دُور　　شرم سے با دام نہ آدمی حضور

چشم نہیں نسخ کا یہ صاد ہے　　صلِّ علیٰ کیا عجب ایجاد ہے

بندۂ بے دام ہے با دام واں　　صاد ہے یا صلِّ علیٰ کا نشاں

جس پہ کہ ایک بار پڑے وہ نگاہ　　وہ بنے کندن جو ہو قلبِ سیاہ

اس کی نگہ لطف بھی قہر ہے　　شہدِ عنایت بھی یہاں زہر ہے

یعنے وہ پہنچائے خدا کے یہاں　　یعنے کہ رہ جائے وہاں کا وہاں

کھپ گئی ہے دل میں وہ نوکِ مژہ　　کر گئی اندھیر وہ چشمِ سیہ

سُرخیٔ چشم اُس کی جو یاد آئے ہے　　آنکھوں سے یاں خُون ہی بہہ جائے ہے

یاد میں حق کی وہ اُدھر چشمِ نم　　اور اِدھر ہم پہ یہ تازہ سِتم

روتے ہیں محرومی پہ بس زار زار　　خُوب دکھائی ہمیں غم نے بہار

ہیچ نظر میں ہو جہاں ماسوا　　ہم سے غریبوں کا وہاں کیا پتا

ابروئے خمدار بعینہٖ کماں　　نقشۂ محراب زمین و زماں

عرش پہ چوں قاب ہے قوسین کا　　ماتھے پہ یُوں ابرُو ہے جلوہ نما

سر نہ جُھکے اس کے تو معنی ہیں کیا　　ہو جِدھر ابرو کا اشارہ تیرا

قبلۂ حق، کعبۂ عالم ہے یہ　　تیغِ قضا ابروئے پُرخم ہے یہ

اس کی طرف سب کا ہے سر جُھکا　　اس کے اشارے میں دو عالم فنا

ابروؤں میں جو تھی پیوستگی　　اس میں ہے ایک اور ہی دل بستگی

یعنی کہ ہر فن میں ہے ہر ایک طاق — اس لیے کہتے ہیں کہ ابرو میں طاق

ان کے محاسن میں وہ چمکے عذار — شعلہ کے جوں دودِ سیہ میں بہار

ابرِ سیہ میں سے چمکتی ہے برق — آخر شب کے ہے مگر سمتِ شرق

دو لبِ نازک ہیں دو گلِ برگ تر — جن میں چمکتے ہیں دو سلکِ گہر

موجِ تبسّم نے یہ عالم کیا — گوہر و مرجان کو بے دم کیا

موتی چنے درج ہیں یاقوت کے — بطن میں پروین ہے یاقوت کے

لُطفِ تبسّم کا ہے لُولُو غلام — حلقہ بگوش اس کا ہے یاقوت نام

یا ہے ستاروں کی شفق میں بہار — یا کوئی جنّت کا ہے غنداں انار

ایسی فصاحت سے وہ کرتے کلام — جس کے ہوں الفاظ لطیفہ تمام

بات ہی کیا بات، پُر اسرار ہے — بات ہے یا مطلعِ انوار ہے

رمز و کنایہ سے لطیفوں سے پُر — جیسے مرصع ہو کوئی سلکِ دُر

لُطف سے سُبحاں سے جو ہوں ہمکلام — بات میں ایک ان کا بنے وہ غلام

محوِ تجلّی ہوں کہیں گر خموش — کس کے رہتے تاب رہیں کس کے ہوش

صُورتِ دیوار مخاطب بنے — اپنی کہے اور نہ کسی کی سُنے

ہیبتِ حق کا ہے سراسر ظہور — دم ہی نہ مارے کوئی اُنکے حضور

قہر سکوت اور تکلّمِ غضب — محو ہیں سب مست، عجب در عجب

بات کرے تاب ہے کس کی مجال — دم ہی وہاں مارنا پھر ہے محال

لطف و عنایت سے تھے گستاخ سب — ہیبتِ حق ہوئی ہے و لیکن غضب

بینی ہے یا موجۂ دریائے نور — تیغ ہے یا شعلہ زناں شمعِ طور

صفحۂ رُخ پر ہے یہ سیمیں الف
یعنی کہ یکتائی سے ہے متّصف

یا ہے یہ انگشت نبی ماہ پر
جس کے اشارے سے ہے شق القمر

یا یہ حباب آ کے بنا نور کا
شعلہ اُٹھا یہ کہ کوئی طور کا

پاس سے انفاس کے ہر دم مدام
فرۂ بینی کو نہیں ہے قیام

فرۂ بینی کو یہ ہے اضطراب
شعلۂ آتش یہ ہے ماہی کباب

پُشت پہ لب کی ہے وہ خط کی بہار
صفحۂ یاقوت پہ خطِ غبار

یاں خط یاقوت کی کیا تاب ہے
صحفِ رُخ صفحۂ مہتاب ہے

ایسے محاسن ہے کہ چہرہ کا نور
ہر بنِ موسیٰ رکھے جس کے ظہور

بالوں سے یوں نورِ تجلی دکھلائے
مہر کا نور ابر سے چھن چھن کے آئے

بال نہیں تارِ ابریشم سیاہ
لپٹے ہے ریشم میں گویا کوئی ماہ

سنبل تر سامنے جس کے خجل
بلکہ بنفشہ بھی رہا پا بہ گل

گوش ہے وا سُننے کو آواز کُن
چھائی ہے ہر آن وہی ایک دُھن

کان میں اب تک ہے خطابِ الست
لفظ بلیٰ لب پہ ہے سرشار مست

سُننے کو یوں سنتے ہیں سب کا بیاں
پر وہی سنتے ہیں جو ہے بر زباں

دھیان میں ہیں جس کے وہی سنتے ہیں
اور کسی کی وہ کوئی سُنتے ہیں

ہے صدفِ گوہرِ اسرار کان
مثلِ گلِ تر ہے شگفتہ عیاں

چہرے پہ چیچک کے جو دیکھو نشاں
قطرۂ شبنم گلِ تر پہ عیاں

یا یہ ستارہ ہیں کوئی ، نور کے
یا کہ شرارے کہو کوہِ طور کے

چمکے ستارے سے رُخِ ماہ پر
ذرّے سے خورشید پہ آئی نظر

کیا کہوں ایسی ہے وہ گردن بلند
زُلف کی پہنچے نہ جہاں تک کمند

یا یہ صراحی ہے ڈھلی نور کی
کوثر و زمزم سے لبالب بھری

قلقلِ مینا کا ہُوا بند دم
جبکہ صراحی کا نہ ٹھہرا قدم

عشقِ الٰہی میں جو ہمّت بڑھی
سر کو عجب طرح کی گرمی چڑھی

تاب نہ تھی سر پہ ذرا رکھیں بال
دیتے تھے سر پر سے بلا اپنی ٹال

رکھتے جو تھے ، ہمتِ شیرِ خُدا
کرتے ادا سنّتِ شیرِ خدا

دُود کی کیا تاب رُخِ مہر پر
شعلۂ طور آیا مصفّٰی نظر

شمع بھی یاں شعلۂ بے دُود ہے
کیونکہ تیرا نُور ہی مقصود ہے

بالوں کی کیا واں نہیں بنتی تھی تاب
بلکہ کُلاہ کو نہ تھی تابِ ثبات

شانۂ پر زور وہ بازو قوی
دستِ دراز ان کے عجب مستوی

پنجہ ہے یا یہ لکھا اللہ ہے
وہ کفِ پُر نور رُخِ ماہ ہے

ہے یدِ بیضا ہی کی زیبا مثال
چیز نہ کچھ مہر نہ کچھ ماہ مال

کنت یدہٗ ہے یہ وہی ہاتھ ہے
یعنی آنِ خُدا ساتھ ہے

دوستوں کے حق میں وہ دستِ عطا
دشمنوں پر مظہرِ قہرِ خُدا

دستِ سخا جیسے کہ دریا رواں
نام نہ لوں، حاتم و نعمان کا یاں

کیسے سخا مرتبہ ایثار ہے
بلکہ کچھ اس گھاٹ سے بھی پار ہے

نعمتِ باطن کا خزانہ وہ دِل
آتشِ عشق اس میں سدا مشتعل

سینہ پر کچھ بالِ سیہ ہیں نمود
ہیں یہ اسی آتشِ سوزاں کے دُود

سینہ کشادہ و مصفّا تمام
صحنِ بہشت اس کا ایک ادنا غلام

پر وہ تھا ناسوت کا ظاہر پڑا — ورنہ تھا اس سینہ میں کیا کیا بھرا
علمِ لدنی سے ہے وہ سینہ پُر — گوہرِ اسرار سے گنجینہ پُر
وہ شکم صاف ہے آئینہ ساں — صبر و قناعت کا ہے بالکل نشاں
ایسا ریاضت سے گیا صاف ہو — جس میں کدورت نہ رہے نام کو
یادِ خداوند میں بستہ کمر — ہمتِ عالی ہوئی مشہور تر
ہمتِ عالی کا کروں کیا بیاں — جس کے رہے زیرِ قدم آسماں
ایسی ترقی پہ وہ ہمت چڑھے — یعنی کہ کونین سے آگے بڑھے
حوصلہ کیا میرا، کروں کیا بیاں — یہاں پہ فرشتوں کی ہے ساکت زباں
اس میں فرشتوں کا ہے کیا بند دم — بلکہ تحیّر میں ہیں لوح و قلم
پُشت کی توصیف سُنی ہر کہیں — تکیہ جُز اللہ، کسی پر نہیں
ساق کی جب اس کی نہ ثانی ہوئی — شمع لگن میں رہی پانی ہوئی
ناخنِ پا اُن کا گویا ماہِ نو — بلکہ مہِ نو بھی وہاں ہے گرو
ذرّہ نہیں اس سے ٹلا ایک دم — ایسا رہے حق میں وہ ثابت قدم
پاؤں توسط سے رہے آشنا — جیسے تھی سب جسم کی ان کے بنا
خاکِ قدم ان کی وہ اکسیر ہے — قلب صفا ہووے یہ تاثیر ہے
چشمِ خرد کے لیے کحل البصر — اور دلِ عشاق کا نورِ نظر
مَیں جو کہا ہے یہ ہے میرا قیاس — ہے یہ اسی نُور سے کچھ اقتباس
بند نہ اس جا پہ زباں کا ہے دم — بلکہ ہوئی لال زبانِ قلم
اس سے خموشی ہی مناسب ہوئی — جس کا نہ پایاں ہو کے کیا کوئی

ناظم ایں اشعار و منتظم ایں سلسلہ آبدار یعقوب گمنام التماس از نظر فرمایاں بلند نظر و بندگانِ کرم گستر، چناں می دارد ہرچند نظم ایں لالی بمضامین بلند نظر در رشتہ چنیں الفاظ مستمند و آرائش آن رعنا درہم چو کسوت نازیبا پر عیب و بسا نازیبا بود و بے نمود، حسب الامر فوق الادب جسارت نمودہ وفیض بزرگان چنانچہ افاضہ فرمود کہ عروس بر منصہ پیدائی جلوہ داد و کرسئ جلوہ گری و صندلیے زیبا منظری بلند نہاد۔ وللہ الحمد۔ امید از نظارگیان روشنی پسند، و پسندیدگانِ بارگاہِ ارجمند چنانکہ اگر بلفظے یا مضمونے یا بندشے یا مصرعے یا بیتے حسب الوقت لذت لبشود و ذوق افزا گردد ایں از ہمہ دود ترا باید نزدیک دور از یاد نفرمائید۔ و با امداد ادعیہ با امداد کہ امیدہا بداں بستہ، مدام باد۔ ایں امیدوار فرمائید و با خالق کریماں منظورِ نظر اہلِ نظر باد و از دیدہ نادیدہ کج طبعاں مستتر باد۔

شربت دوم

در بیان حالِ زار و وقتِ بہار کہ تا ماہِ حال بکمال رفت

اے مشتاقانِ لقا، و اے محبانِ باصفا یہ حلیہ شریف حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کا بعینہ لکھا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس ذاتِ عالی کو کیا بے نظیر پیدا کیا تھا کہ کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ کیا کہوں مثل ان کے کوئی نہیں مَیں نے سُنا اور نہ دیکھا اور با ایں صورت و شان باکمال مخلوق باخلاق حمیدہ ایسے بے ساختہ اور بلا تکلف تھے کہ تصنع کا گمان بھی نہ آتا تھا اور ظاہر و باطن وہ صاف معاملہ تھا کہ ریا کی بُو باس نہ تھی ہر ایک یہ جانتا تھا کہ مجھ سے نہایت محبت رکھتے ہیں۔ ہیبتِ حق چہرۂ پُرنور سے

ایسے عیاں تھی کہ ہر ایک دفعتاً آنکھ نہیں ملا سکتا تھا اور مردم شناسی کا یہ ملکہ تھا کہ کبھی خطا نہ ہوتی تھی اور جیسا جس کو دیکھتے ویسی ہی اس سے کلام فرمایا کرتے تھے۔ غرض کسی حال میں بھی افراط و تفریط نہ تھی اور خانہ داری کے باوجود اہل و عیال سے نہایت آزاد اور مستغنی رہتے تھے۔ گویا فکرِ دُنیا پاس ہی نہ تھا۔ ایسی صفات باکمال اس ذاتِ بابرکات کو عطا ہوئی تھیں کہ جس کو نظر کیجئے بے انتہا پائی جاتی تھیں۔ اللہ نے اپنی ہر ایک صفت کو اس ذاتِ عالی میں کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ دانائے عصر اور علمائے زمانہ ہر ایک مخلص اور معتقد تھا۔ نادان و منافق سے کچھ باک نہ تھا۔ ہر وقت عشقِ الٰہی میں مست و سرشار رہتے تھے۔ دل کی کیفیت چہرۂ مبارک پر معلوم ہُوا کرتی تھی۔ آنکھیں ہر وقت مخمور رہتی تھیں۔ محبتِ الٰہی کا صورت شریف پر ہر آن میں ظہور تھا اور اتباعِ شریعت یہ کچھ تھا کہ ادنیٰ بدعت بھی جڑ سے اُکھاڑ دیا کرتے تھے اور مسئلہ مختلف میں احتیاط سے عمل فرمایا کرتے تھے اور اوامر و نواہی میں شانِ فاروقیت کا عروج ہوتا تھا۔ زہد و تقویٰ پر ایسی کمر چست باندھتے تھے کہ جان تک دینے میں دریغ نہ فرماتے تھے۔ اللہ اللہ کیا اوصاف بیان کروں مختصر یہ کہ ایک دریائے نور تھا، نورِ محمدی کا ظہور تھا۔ فیضِ صحبت ایسا تھا کہ جب تک سامنے بیٹھے رہتے تھے دُنیا کا خیال نہیں آتا تھا۔ عبادت کی طرف رغبت ہوتی تھی غرض اسی طور و طریق خیر و برکت کا یہ مجمع تھانہ بھون مسجد پیر محمد مرحوم میں جمع ہوتا تھا کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس آخری وقت میں یہ حضرات نمونہ متقدمین کے پیدا ہوئے تھے اور تھوڑے سے عرصہ میں اس قدر تعلیم و تلقین راہِ خدا میں جاری ہُوئی کہ عالم میں شہرہ ہو گیا۔ ہر طرف سے طالبِ خدا اور درویشِ وقت رجُوع

ہونے لگے اور سب اپنے اپنے حوصلے کے مطابق و موافق فیضیاب ہوتے تھے عجب وہ زمانہ اور عجیب وہ کیفیت وہاں رہتی تھی کہ نہ آنکھوں نے دیکھی نہ کانوں نے سُنی۔ ہر چند غور کیا مگر بہر حال اس مجمع کو دُنیا سے بے فکر پایا۔ بجز یادِ خدا کسی شے کا فکر نہ کرتے تھے۔ سبحان اللہ کیا وقت تھا۔ کیا وقتِ سرور اور حضور تھا اور کیسی برکات عالم تھیں کہ جو کوئی اخلاص سے اس صحبت میں رہ گیا ایک حال پیدا کر کے لے گیا۔ یہ بات اس زمانے میں کہیں نہ تھی، سالہاسال کے عابد و زاہد دیکھے جو کچھ ان کے قلب میں ذکر کا اثر پایا، ان حضرات موصوفین ادام اللہ فیوضھم کی خدمت میں چند روز کے طالبوں کو اس سے بہتر پایا۔ غرض کہ وہاں اوّل ہی ایک نسبت کا اثر حاصل ہو جاتا تھا اور جس کسی طالب نے وساوس نفسِ شیطانی کو دفع کیا اور جس عقیدت سے وہاں حاضر ہو کر ہمت کر کے زہد و تقویٰ میں قدم چست رکھا اور جی لگا کر ان بزرگوں کی خدمت میں کچھ تربیت پائی مقامِ عالی پایا۔ چنانچہ ایسے کتنے ہی خادم ان حضرات کے موجود ہیں کہ ہر طرح کی نعمتِ دینی سے مالامال ہیں اوصاف تخلق باخلاق خداوندی سے باکمال ہیں۔ شب و روز اسی کی تلاش میں رہتے ہیں یہ ظہورِ قدرت اور برکتِ خدا دیکھ کر اس نالائق و گنہگار نے بھی چاہا کہ ان بزرگانِ دین کی خدمت میں باریاب ہوں۔ کیونکہ ایک عُمر غفلت میں بسر ہُوئی۔ شاید ان بزرگوں کے وسیلے سے تجھ کو بھی توبۂ کامل اور نجاتِ دارین حاصل ہو۔

حکیم ضیاءالدین صاحب کی حافظ صاحبؒ کی مجلس میں حاضری

مگر حضرت پیرو مُرشد کو اس جاہ و جلال کے باوجود ستر کا بہت خیال تھا۔

روزانہ سادہ وضع رکھتے تھے اور بہت کم مرید فرمایا کرتے تھے۔ مَیں بھی جناب حاجی
امداد اللہ صاحب کی سفارش کی وجہ سے بیعت ہُوا۔ الحمد للہ مجھ جیسے گنہگار کو اللہ
تعالیٰ نے یہ بیعت کی نعمت ایسے مخلصانِ خاص کی عنایت فرمائی۔ گویا مغفرت کی
قوی اُمید ہوگئی ہے ورنہ نابکار کا حال نہایت ابتر تھا۔ اب کیا ظاہر کروں اللہ جل شانہ
حشر میں میرے گناہوں کی پردہ پوشی فرمائے اور خاتمہ خیر سے کرے اور چونکہ گناہوں
کے علاوہ مجھ میں کوئی لیاقت خدمت گزاری میں لائق بارگاہ حضرت مرشد کے نہ تھی
حتی المقدور رضاجوئی میں رہتا اپنی طرف سے کچھ نہ کہتا تھا۔ صفتِ کریمی اور
رحیمی شانِ اولیاءِ کرام ہے اور اچھوں کو ہمارے اطوار پر کیا خیال ہوتا ہے اس لیے
حضرت پیرومرشد رحمۃ اللہ علیہ مربیانہ نظر توجہ میرے حال پر مبذول فرمایا کرتے تھے
اور یہ نالائق بھی کبھی کبھی خدمت شریف میں حاضر ہُوا کرتا اور تعلیم و تلقین حضرات
ادام اللہ فیوضہم اور حالات ذوق و شوق مریدانِ مخلص کے دیکھ کر اپنی عمرِ گزشتہ پر
تاسف کیا کرتا تھا اور اس تمنّا اور تجسس میں رہتا کہ حق تعالیٰ کسی طرح مجھ کو بھی
اس طریق سے کچھ حصّہ عنایت فرمادے اور کبھی یہ خیال آتا تھا کہ کیا بعید ہے کہ
حضرت پیرومرشد رحمۃ اللہ علیہ کے تصدق سے اللہ تعالیٰ اپنی محبت اور اخلاص بھی
عطا فرمائے مگر یہ خبر نہ تھی کہ پردۂ غیب سے کچھ اور ظاہر ہُوا چاہتا ہے۔ اسی موقع
اور کشاکش میں تھا کہ ناگاہ گردشِ ایام اور شامتِ افعال اس شکستہ حال سے
یہ صورت پیش آئی کہ دفعتاً جہان میں ایک شور پیدا ہُوا۔ ہنگامہ قتل و غارت کا
چار طرف سے ایسا گرم ہُوا کہ شاید کبھی نہ ہُوا ہوگا۔ جو لوگ دیندار اور جری تھے،
غیرت اور حمیّتِ اسلامی سے اکثر شہید ہو کر سوئے دار البقاء رحلت فرما ہوئے

یا خانہ ویران ہو کر دربدر رہی۔ اس ملک کا حال دیکھ کر بیت اللہ شریف یا کسی اور دار السلام کو تشریف لے گئے۔ اب ہندوستان میں گویا دُنیا پلٹ گئی۔ دین دُنیا کی اچھی بات گُم ہوگئی۔ کیا عرض کروں یہاں فسانہ غیر مقصود ہے۔ اپنا درد غم اور قصہ حسرت والم اور ہے کوئی اپنی بلا میں مبتلا ہے۔ آتشِ مفارقت میں جی جلائے دیتا ہے دلِ مہجور گھبراتا ہے، سوزشِ دروں کو بیان کیا چاہتا ہے اور کوئی ذکر خوش نہیں آتا۔ حاصلِ کلام اس ہنگامہ میں جلالِ کبریائی کو جوش و خروش تھا اور مدہوشانِ شیونِ الٰہی کو بھی ایک ولولہ اور شوق تھا چنانچہ حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ و نور اللہ مرقدہ و قدس سرہ نے بھی کمرِ ہمت چُست باندھ کر امرِ حق پر جان و مال کو قربان کیا اور ذوق و شوقِ الٰہی میں ایسے مست ہوئے کہ کسی طرح کا تردد نہ ہُوا اور تمنائے شربتِ شہادت اور جامِ کوثر میں ہماری بیکسی کا بھی کچھ خیال نہ فرمایا سُبحان اللہ کیا ہمتِ مردانہ اور مددِ خدا کا تماشہ دکھا کر مردانہ اور مشتاقانہ بتاریخ چوبیسویں محرم الحرام بارہ سو چوہتر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم برسرِ معرکہ جامِ شہادت نوش فرمایا۔ واہ کیا خوب دادِ ہمت لے گئے اور داغِ حسرت دے گئے۔ دوہا ؎

ساجن دکھیا کر گئے اور سکھ کو لے گئے ساتھ — جنم بچھوہا دے گئے اور پھر نہ پوچھی بات
ساجن ایسے چل بسے مڑ کر خبر نہ لی — مَیں دُکھیا تکتی رہی، پھر ملیں گے پی

رفتی و مرا خبر نہ کردی — بر بے کسم نظر نہ کردی

دفعتاً حشر برپا ہُوا، جہان تہ و بالا ہو گیا ؎

چلی سمتِ غیر سے ایک ہوا — وہ چمن سرور کا جل گیا
مگر ایک شاخِ نہالِ غم — جسے دل کہیں وہ ہری رہی

حافظ صاحبؒ کی شہادت کے بعد حکیم ضیاء الدین صاحب کی کیفیت

واہ کیا بے نیازی کی شان تھی، کیا تھا کیا کر دکھایا۔ آخر ہم لوگ بھی منتشر و پریشان ہو گئے۔ ایک کو ایک کی خبر نہ رہی۔ اس حالتِ زار اور وقتِ اضطرار میں ایک دوسرے کی صورت تکتا تھا اور کلیجہ پکڑ کر رہ جاتا تھا۔ ناگاہ یہ قیامت کا نمونہ اور حشر کی کیفیت پیدا ہو گئی کہ ہر بشر مقامِ استقامت سے ڈگ گیا۔ سراسیمہ ہو کر دیوانہ وار مایوس پھرتا تھا۔ آخر یہ دلِ ناشاد اس قدر گھبرایا کہ کچھ ہوش نہ رہا۔ پائے ثبات کا قیام اس دلربائے عالی مقام کے ساتھ گیا۔ کسی جگہ صورتِ امن اور قرار دلی نظر نہ آیا۔ در و دیوار سے حسرت برستی تھی۔ زمین و آسمان سے اسبابِ ماتم نمایاں تھے، شجر و حجر سے آواز نوحہ وزاری کا شور و غل تھا۔ صحرائے سبزہ زار سے دلِ مضطر کو ایک نیا آزار پیدا ہوتا تھا۔ سامانِ غم اور ہجوم درد والم اس قدر برپا ہوا تھا کہ ہر ایک کا قلب گھبرا اُٹھا۔ سوائے حسرت و یاس کے کچھ نہ پایا۔ واہ واہ یا وہ عیش و طرب رہتا تھا یا اب یہ ہر جگہ ماتم کدہ ہو گیا، اور جہاں عشرت کدہ تھا اب وہاں ماتم سرا ہُوا۔ وائے میری اس زندگی پر کہ وہ راحتِ جاں اور فرحت رواں دفعتاً نظر سے دُور ہُوا۔ اس دلِ ناشاد کو ایسے درد والم میں چھوڑا کہ کوئی پرسانِ حالِ زار نہ رہا۔ جس طرف نظر کیجیے کوہِ غم اور دریائے حسرت بے پایاں نظر آتا ہے۔ ہر شے سے صدائے یاس اور نعرۂ الم صدرساں ہے۔ ہر چند جزع اور فزع کیا مگر کچھ کارگر نہ ہُوا اور سرمایہ سعادتِ ابدی کی صورت نظر نہ آئی۔ یارو وہ گلِ گلزارِ حقیقت ایسا دست بُرِ دیدِ قدرت ہُوا کہ دفعتاً

ہاتھوں سے نکل گیا اور وہ آفتابِ شریعت ملکِ ملائکِ قدس میں الیاسرِیع المیسر ہُوا کہ آن کی آن میں عرشِ معلّیٰ پر جا چمکا۔ اِدھر رفعت اور شان دوبالا ہوئی اُدھر جہان تیرہ و تاریک نظر آیا، یہ جانِ ناتواں سخت گھبراتی تھی، سینہ پھٹا جاتا تھا، عقل حیران ہوئی جاتی تھی، دل یہ کہتا تھا۔ وائے بے مہری آہ بیدادی ؎

یہ نہ تھی اُمید ہم کو ساقیٔ گلفام سے
دورِ ساغر میں ہمیں محروم رکھا جام سے

واہ کیا شانِ قہاری کا ظہور تھا کہ ہر ایک بشر مضطر و پریشان ہو گیا اور خاص مجھ جیسے ناکام کو جہان زہرِ سیاہ نظر آیا ہوش جاتا رہا مگر زندگی سخت شے ہے، ہر دم ہجر میں زہر کا سا گھونٹ پیتا ہوں اور جیتا ہوں۔ افسوس اس زندگی پر کہ جیتا ہوں اور نہ مرتا ہوں۔ رات دن اسی حسرت و یاس میں بسر ہوتا ہے، ایک زمانہ اس فرقتِ محبوب میں سر پٹکتے ہو چکا، کوئی چارہ ساز نہ ملا۔ اللہ اللہ ذاتِ خدا کیا بے پرواہ ہے کہ عقل و تدبیر محض بیکار ہے۔ گردشِ ایام نے صدمۂ مفارقت حضرتِ مرشد رحمۃ اللہ علیہ پر ہی بس نہ کیا۔ اس دلِ ناشاد کو یک لخت بالکل تباہ کر ڈالا کہ ناگاہ جناب حاجی (امداد اللہ) صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو جنابِ باری سے الہام ہُوا کہ بیت اللہ آؤ۔ چنانچہ وہ بھی بالہامِ حق بیت اللہ شریف کو تشریف لے گئے۔ وائے محرومی کہ بجائے حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ جو باقی تھے ان سے یوں مفارقت ہوئی واحسرتا۔ اب کوئی مونس و غمخوار نہیں کہ دلِ پژمردہ کو تسلی دے۔ آہ و نالہ کے سوا کوئی رفیق نہ رہا۔

افسوس یہ سوزشِ دردو غم دوبالا ہوئی اور سوزشِ عشرت و یاس سینہ فگار

کی ہم درد ہوئی، وائے محرومی کیا کیا صدمے اُٹھانے پڑے۔ ہائے بیدادی
کیسے کیسے مربی جدا ہوئے اس پر بھی ہم زندگی سے سیر نہ ہوئے، جیتے رہے
کیسا گل و گلزار تھا کیونکر جاتا رہا یہ نظم حسب حال ہے ؎

چمن کے تخت پر جس دن شہ گل تجمل تھا ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی اک شور و غل تھا
خزاں کے دن جو دیکھا کچھ نہ تھا جز خاک گلشن میں بتاتا باغباں رو رو کر یہاں غنچہ یہاں گل تھا

آہ جس وقت وہ صحبت یاد آتی ہے اور وہ صورت شریف رحمۃ اللہ علیہ نظر
میں پھر جاتی ہے اس دلِ ناشاد پر جو کچھ گزرتا ہے بیان نہیں ہو سکتا۔ ہر چند
تڑپ تڑپ کر جی چاہتا ہے کہ مر جاؤں۔ اس ہر دم کی جان کنی سے چھٹ جاؤں مگر
کچھ بس نہیں چلتا اور خود مرا نہیں جاتا۔ لاچار کلیجہ پکڑ کر بے اختیار اپنی زندگی پر رو
دیتا ہوں۔ جب کہیں صورت مراد کی نہ بندھی اور کچھ بس نہ چلا بجز عرض حاجت
کوئی چارہ نہ دیکھا۔ اب اکثر یہ دُعا وردِ زبان اور مونسِ جان ہے ؎

کب تلک حسرتِ دیدار میں کاٹے گا دن یہ غلام آپ کا اے شاہ محمد ضامن
ترے دیدار کا طالب ہے مگر تیرا غلام خوب رویوں سے نہ مطلب نہ فقیروں سے کام
اُس طرف عمر یہ ہیں اپنی اجل کی آہنگ اِس طرف حسرتِ دیدار سے ہوں گا میں تنگ
حسرتِ دل مری نکلی کہ وہیں رہ جائے دیکھیے طالع بد ہیں مجھے کیا دکھلائے
تیرا کیا بگڑے اگر کام ہمارا ہو جائے بزم تک تیری اگر اپنا گزر ہو جائے

بہرِ خدا چہرے سے نقاب اُٹھا کر دیدار فرما دیں۔ جس قدر استدعائے مراد
اور آہ و فریاد کرتا ہوں مضطر اور مایوس ہُوا جاتا ہوں لیکن تسلّی کی صورت نہیں پاتا۔
آوازِ مراد نہیں سُنتا۔ رات دن آوارہ سرگرداں عجب بدحالی میں گزرتا ہے راحت

چین سب جاتا رہا۔ ہر طرح کی آس سے بے آس ہوا۔ درو دیوار سے صورتِ یاس پائی جاتی ہے اور ہر نغمہ و ساز کی صدا سے یاس کا سماں بندھ رہا ہے، کوئی بے عقل و دیوانہ کوئی مجنون و فرزانہ بتلاتا ہے، کوئی کہتا ہے سودائی، کوئی کہتا ہے دیوانہ، محبت کیا بھلے چنگے کو دیوانہ بنا دیتی ہے۔ راہِ محبت میں کچھ نشیب و فراز نہیں۔ عشق تو وہ ہے ایک آن کی آن میں کچھ سے کچھ دکھلاتا ہے مگر میرا یہ حال ہے کہ گوشۂ گمنامی یا بازار بدنامی میں پڑا سر پٹکتا ہوں۔ دیکھیے یہ شبِ مفارقت کب صبحِ وصال کی صورت دکھائے اور وہ خورشید تاباں کوئی سے دن جلوہ فرمائے۔ اور کوئی تدبیرِ ملاقات بتلائے اور صورت مراد دکھلائے۔ حیف ہے نہ کسی نے میری گریہ زاری کو وہاں تلک پہنچایا اور نہ وہاں سے کوئی کچھ خبر لایا۔ وہ وہاں محوِ ذات میں یہاں مبتلائے آفات یا مستِ خرابات۔ افسوس کس قدر نالے بے اثر ہو گئے اور کتنی آہ و فریاد برباد ہوئی ؎

کیا کہوں گر آہ میں ہوتا اثر — کچھ بھی تو اس ماہ کو ہوتی خبر
گر گشتن من اثر بے داشتے — بار بگویم گزرے داشتے
رفتے و پروانہ روئیش شدی — شمع اگر بال و پرے داشتے
زیستمی بے تو اگر مثل تو — مادر گیتی بسرے داشتے

واحسرتا کدھر گیا اور کیا ہوا۔ وہ مجمع خیر اور جماعت محبت آمیز اور وہ صحبتِ عشق انگیز، وہ مکانِ دل آویز یعنی مسکن حضرتِ اقدس کہ اب ویران ہے باوصف اس خستہ جانی کے دیکھو وہاں کیا جلوۂ حق ہے اور اس اُجڑے مکان میں کیا دل کشادگی ہے۔ خس و خاشاک سے بوئے گل اور نغمۂ بلبل کی

کیفیت پائی جاتی ہے، اکثر اہلِ دل وہاں جا کر مسرور ہوتے ہیں اور فیض اٹھاتے ہیں اور جب کبھی وہ چمنستانِ اسرارِ الٰہی آباد تھا اور وہ نخل مراد اوصاف لامتناہی موجود تھے۔ عجب رنگ و رُوپ تھا۔ کہیں درس علم اور کہیں تعلیم عمل، کبھی وعظ و پند، کبھی زبان بند مشغول باخداوند، کہیں حلقۂ توجہ، کہیں جلوۂ ذکرِ جہر، کسی کو حالتِ گریہ، کسی کو قہقہہ، کوئی مست و بے ہوش، کوئی محو مستغرق دل دُنیا سے فارغ اللہ کا طالب، ہر ایک اپنے حال میں مست رہتا تھا عشقِ الٰہی کا شور تھا ہر طرف ہو ہو کا زور تھا، جو کچھ وقت بچتا وہ ذکرِ خیر میں صرف ہوتا تھا، ایک عجب برکات و تجلیاتِ الٰہی کا نزول رہتا تھا۔ گویا ایک چمن رحمت حق کا تھا جو ناگاہ برباد ہُوا۔ جب کبھی کسی جگہ اس مجمعِ خیر کا ذکر ہوتا تو سینہ میں تار سا نکل جاتا اور دلِ مضطر بے اختیار تڑپ اُٹھتا ہے۔ ہر چند روکا کیا مگر آخر کار اُن کا حال زبان پر آیا رازِ پنہاں طشت از بام ہُوا۔ اس قسمت کی خوبی نے کیا دن دکھایا کہ اس طرف مونس و غمخوار سے جُدا کیا۔ ادھر مضطر بنا کر یُوں رسوا کیا۔ اب یہ فسانہ بازیٔ طفلاں اور مونسِ بیدلاں ہونے کو ہے دیکھیے فرقتِ یار کیا کیا بہار دکھاتی ہے۔ رسوائے بازار یا سرگردانِ دیار ہوتا ہوں یا خاک بسر ہو کر گوشہ گمنامی میں پڑتا ہوں۔ یہ حالتِ زار ہر آن میں نیا رنگ لاتی ہے کسی حال پر قرار نہیں رہتا۔ گاہ خموشی، گاہ بے ہوشی، گاہ گریاں، گاہ سوزاں، گاہ حیراں، گاہ بیخود اور گاہ گم گشتہ، اس طرح سرگشتہ رہتا ہوں۔ ہر چند اِدھر اُدھر ہر ایک سے چارہ جوئی کی مگر کہیں دردِ ہجراں کی دوا نہ ملی۔ مآل کار وہی حسرت و یاس گلو گیر ہے، ایک عرصہ ایسے سخت درد و حسرت میں گزرا۔ دلِ بیتاب کو روکوں یہ نہیں ہوسکتا۔

چاہتا ہوں کہ روکوں مگر دلِ مضطر پر کچھ بس نہیں چلتا
ضبط فریاد کروں، گریہ کو روکوں لیکن

مگر اس دریائے غم کا کچھ پتہ نہ ملا، جس قدر روتا اور تڑپتا ہوں دونا دونا بھڑکتا ہے۔ اگر چپ ہو جاتا ہوں کہ دل کی تنگی اس قدر ہوتی ہے کہ شاید گھٹ کر مر جاؤں۔ ہر دم لب مرگ امیدوار وصال ہوں مگر یہ وقت پر موقوف ہے کسی سے کب مرا جاتا ہے ہاں اس سوزشِ دروں کو ظاہر کروں یا سینہ میں گھونٹ رکھوں اور کوئی چارہ نہیں ہے واللہ اگر کچھ اختیار اس دلِ ناشاد کے اختیار میں ہوتا تو ایک دم بھی مفارقت میں نہ رہتا اور یہ درد وغم اس قدر کیوں سہتا۔ شب و روز اسی حیرت و یاس میں بسر ہوتی ہیں۔ بار خدایا کس قدر رنجِ مفارقت اٹھائے اور کتنے صدمے مہاجرت کے سہے۔ ماہ و سال اسی حالِ زار میں گزرے مگر وہ مہِ تاباں نظر نہ آیا۔ اب کس طرح دلِ بیتاب کو سنبھالوں اور کس کو حال سناؤں۔ کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا۔ آہ چپ بھی رہا نہیں جاتا۔ اب میری کچھ زندگی ہے عیشِ دنیا کیا خوش آئے۔ دلِ مہجور بس توقع پر قرار پلئے ہے

جب جدا تم سا یار جانی ہو کس روش اپنی زندگانی ہو

کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

یار بن نغمۂ بلبل کسے خوش آتا ہے نکہتِ گل سے دماغ اپنا اُڑا جاتا ہے

کیا بے طرح مشکل پیش آئی ہے اور آخر کار خدا جانے کیا ہوتا ہے۔ ایک مدت اسی آہ و فریاد میں گزری اور دلِ مضطر خوگر ہو گیا۔ اب آہ و نالہ نوشِ جاں اور فرحت رواں ہے۔ اس درد وغم سے راحت و سرور معلوم ہوتا ہے۔ دلِ بے قرار اسی طپش

سے خوش ہوتا ہے۔ الحمدللہ اگر اسی درد و فرقتِ یار اور رنجِ جُدائی دلدار میں مر جاؤں تو شاید کسی شمار میں آجاؤں۔ بارِ خدایا اب یہ درد و غم سینہ میں ٹھہر گیا۔ دل و جان اسی کو نوشِ جاں سمجھتے ہیں۔ بہرحال بغیر اس درد کے آرام و قرار نہیں مگر طالع بدبخت اور ایامِ بدخواہ سے ڈرتا ہوں کہ مبادا پھر درپئے آزار ہو۔ دردِ دلدار کو غارت کرے ... اَیا خانقاہ! یہ درد دلدار اس دلِ زار کو ایسا عطا فرما کہ ایک دم مفارقت نہ ہو۔ اسی درد میں تڑپ کر مر جاؤں اور تا دمِ مرگ کسی دم اس سے فارغ نہ رہوں بلکہ حشر میں اسی درد کا دردی اور تیرے دیدار کا غرضی اُٹھوں۔ آمین یارب العالمین۔

اے دلِ ناداں ہوش میں آ، کس فکر میں پڑا۔ تجھ پر گویا قیامت ہو چکی۔ اپنی مکٹ کہانی یاد رکھ۔ ہونا تھا سو ہو چکا۔ یارو دلِ مضطر کو اور کوئی بات خوش نہیں آتی۔ کسی شے سے تسلی نہیں ہوتی۔ بار بار وہی ذکرِ درد و یاس زبان پر آتا ہے۔ دلِ مغموم ایسے ذکر سے آرام و قرار پاتا ہے اور اس قدر ہجومِ مضامین غم دلِ مہجور کو گھبراتا ہے کہ سینہ اُمڈ آتا ہے۔ چاہتا ہوں کہ تمام دفتر بیانِ غم اور ذکرِ حسرت والم سے بھر دوں۔ مگر بے مائیگی کے باعث جو کچھ دل پر گزرتا ہے زبان و قلم سے ادا نہیں ہوتا اور دلِ مضطر کے بہلانے کو ذکرِ محبوب ضروری ہے اس لیے اپنے کلام کو چھوڑ حاصلِ مطلب ذکرِ مطلوب سمجھ کر اور نیز کیفیت سمجھنے کے لیے قصیدہ دردآمیز اور مرثیہ وحشت انگیز نظم کیا ہوا معظمی جناب حافظ حاجی مولانا محمد قاسم سلمہ اللہ تعالیٰ نانوتوی کا کہ خلیفہ خاص جناب حاجی امداد اللہ صاحب قبلہ سلمہ اللہ تعالیٰ کے ہیں لکھا جاتا ہے، تاکہ اہلِ دل کو سوزِ درونی اور رنجِ مفارقت مخلصانِ مہجور کا معلوم ہو وہ بچشمِ غور اور محبت دیکھنا چاہیئے کہ کیا مضمونِ پریشان کو انتظام دیا ہے ؎

نہ پوچھو ہوتے ہیں کیوں خفا ہم اس قدر جاں سے
ہمیں پالا پڑا ہے آپ کے غمہائے فراواں سے

کہیں سے مول لادے، دل مجھے کچھ اور اے ہمدم
کہ اُٹھنے کا نہیں بارِ غم اس قلب پریشاں سے

غبارِ دل کی حاجت ہے غمِ سالارِ خوباں میں
مرے سینے کو بھر دو چیر کر ریگِ بیاباں سے

رہِ دو چشم موجِ خون کو کافی نہیں ہو گا
کوئی مشفق مرا تن چھان دے تیروں کے پیکاں سے

غمِ جاناں میں ہم کو ان دنوں رونا ضروری ہے
طلب کر اب کے نوبت چشم پر آب ابرِ باراں سے

قدم عشقِ بیاباں ان دنوں مجھ کو ضروری ہے
عداوت ہاتھ تجھ کو چاہیئے جیب و گریباں سے

ہجومِ صدمۂ جانکاہ ہر صبح و مسا اب کے
تقاضا ماتمِ غم کا کرے ہے جن و انساں سے

چھُپا آنکھوں سے وہ نورِ مجسّم خاک میں جا کر
کہ جس کا خالِ پا بہتر تھا اس مہرِ درخشاں سے

شہیدِ راہِ حق حافظ محمّد ضامن چشتیؒ
بنایا تھا جسے حق نے مِلا کر عشق و عرفاں سے

بچھاتے تھے ملائک بال و پر پاؤں تلے جن کے

لُٹائے خاک میں ان کو عجب ہیں چرخ گرداں سے

پریشاں ہو گیا دل صدمہ اول میں کیا کیجیے

بہا تھا اشک کی جا لختِ دل اس چشمِ گریاں سے

فراقِ یار میں کر فکرِ جاں، کچھ اے دلِ ناداں

کہ اب کے بر سر پر خاشِ غم آیا ہے ساماں سے

مدد کر صبر کچھ اب کے دل مضطر کے ہاتھوں سے

نظر آتا ہے غم میں ہاتھ دھو بیٹھیں گے ہم جاں سے

کشش نے عشقِ حق کی ان کو علیین میں کھینچا

رہے ہم سر پٹکتے ہجر میں ان کے کھنڈاں سے

فراقِ یار میں جینا تعجب ہے و لے ہمدم

اجل سے اُٹھ سکے شاید نہ ہم بارِ گناہاں سے

فراقِ یار میں ہر دم ہمارا حال ابتر ہے

مدد کرنا اجل فریاد کرتے ہیں گے سبحاں سے

نہیں معلوم کیوں ہے اس قدر شوقوں کی بیتابی

وہ آئیں اپنے ویرانے میں یہ باہر ہے امکاں سے

وصالِ یار ممکن ہی نہیں ناداں، جیتے جی

تو پھر بے تاب کیوں ہوتا ہے اے دل شوق پنہاں سے

تسلی ہمدموں تاروں کے گِننے سے نہیں ہوتی
کہ اس خورشید رُو کی یاد میں ہم ہیں گے غلطاں سے

قریب یار ھم کو دفن کرنا ورنہ محشر تک
صدائے نالۂ شوق آئے گی گورِ غریباں سے

کروں ہُوں یاد ایّامِ گزشتہ اور نہیں کرتا
کہ حسرت کے سوا کچھ ہاتھ آئے گا نہ ارماں سے

مزے یُوں شوق کے، یا دفعِ غمِ دل سے کروں یارب
نہیں ہوتے یہ دو کام، ایک دم میں مجھ سے حیراں سے

دلِ بے تاب کے ہاتھوں سے تنگ آیا ہوں ہجراں میں
نہ چپکے ہی بنے ہے اور نہ کچھ ہوتا ہے افغاں سے

کرے ہے تنگ شوقِ یار کیا صورت کروں یارب
کہ یہ جانِ حزیں ہم بزم ہو اس جانِ جاناں سے

نظر آئے گی یارب پھر بھی وہ صورت کبھی ہم کو
سُنیں گے پھر بھی وہ آواز ان لبہائے خنداں سے

تو اے یادِ عنایت ہائے دلبر اب تو لے بس کر
بہت سے رو چکے ہم حسرت و افسوس و حرماں سے

ہمیں یاد آئے ہے کچھ اور یاں ان کی تسلی سے
مرض بڑھنے لگا قسمت سے اپنی اور درماں سے

ہُوا عالم سیہ آنکھوں میں اپنی بے رُخِ جاناں

نظر آئے مہ و خورشید کالے تابہ تاں سے

اگر ہو وصلِ مرکر اور علاجوں سے رہوں زندہ

تو یا رب آشتی ہو جا اجل کی آبِ حیواں سے

اجل ہم شوقِ جاناں میں تجھے جاں دیں تو پھر سُن لے

نہ ہو ایسا کہ پھر آنا پڑے ہم کو یہاں وہاں سے

مِلیں گے پھر بھی یارب ہم یہ آنکھیں ان کے تلووں سے

تھمے گا بھی کبھی لوہو کا ٹپکا اپنی مژگاں سے

بحکمِ اتباعِ شوقِ یار آئیں ہم عاصی بھی

اگر گھُسنے دے کوئی پُوچھ دو جنّت کے درباں سے

کِسی کا کیا گیا پر رنجِ فرقت کی مصیبت کو

کوئی جا کر کے ٹک پُوچھے ضیاءالدین نالاں سے

ہوئی ہم سے خطا یا تھی کششِ حُبِ الٰہی کی

کوئی پُوچھے سببِ رحلت کا اُس سالارِ خوباں سے

گناہوں کے سبب گر ہم نہیں تھے لائقِ صحبت

تو ہم کو بخشوا لینا تھا کچھ کہہ سُن کے رحماں سے

اگر ممنوع تھا ہم سے گنہگاروں کا لے چلنا

تو تنہا اس طرح جانا ہی نازیبا ہے سلطاں سے

اگر قاصد مجھے کوئی وہاں تک کا بہم پہنچے

تو کہلا کر کے بھیجوں یوں مَیں اُس سالارِ نیکاں سے

مبارک ہو تمھیں وصلِ خُدا خلدِ بریں میں پر

ہمیں یوں چھوڑ کے تنہا تمھیں جانا نہ تھا یاں سے

نشاطِ خلد میں گر یاد آ جائیں کبھی ہم بھی

تو آ کر دیکھنا پہنچے ہیں کس درجہ کو ہجراں سے

غمِ فرقت میں یہاں گزری ہے پر کچھ نہیں پڑتی

تمھیں فرصت نہیں واں لذتِ دیدارِ یزداں سے

بھروسے کس کے چھوڑا آپ نے ہم سے غریبوں کو

دیا تھا دل تمھیں، کچھ یاد ہو کس عہد و پیماں سے

بنے تھے یوں تو ہم روزِ ازل سے غم اُٹھانے کو

نہ تھی پر یہ خبر ہوں گے الگ بھی تیرے داماں سے

رہیں تنہا ہم اور تم چل بسو قسمت میں یونہی تھا

بجز افسوس بن پڑتا نہیں کچھ اس پشیماں سے

تمھارے ہجر میں جانِ جاں کچھ بن نہیں آتا

دلِ حسرت زدہ گھبرا گئے ہے سیرِ گلستاں سے

غمِ دُوری میں مرنا سہل تھا پر تیرا کہلا کر

گنہ لے کر خُدا کے رُوبرو جاؤں کس عنواں سے

دلِ مایوس کی صورت نہیں کوئی تسلّی کی
مگر ہاں سر نکالو تم اگر گنجِ شہیداں سے

تمھاری بزمِ پُر انوار جب یاد آئے ہے ہم کو
تو اِک شعلہ سا اُٹھے ہے ہمارے قلبِ سوزاں سے

نہ پُوچھو گے کبھی مُڑ کر کے یوں ہم سے غریبوں کو
گماں کب تھا ترے فضل و کرم اور لطف و احساں سے

خبر لے جلد اپنے کشتگانِ عشق کی شاہا
قریبِ مرگ پہنچے ہیں غمِ بے حد و پایاں سے

تمھیں مشکل نہیں اب تک بھی کچھ اپنی خبرداری
شہیدوں کی حیات اور زندگی ثابت ہے قرآں سے

نہیں تم دُور ہو پوشیدہ جاں سے مثلِ جاں تن سے
وگرنہ دُور ہوتی ہیں کہیں ارواح ابداں سے

ہمارے قبلہ و کعبہ تمھیں ہو دین و دُنیا میں
اگر تم سے پھریں، حق سے پھریں اور اسکے فرماں سے

تمھاری خاکِ پا اپنے لیے کحل الجواہر ہے
ترے کوُچے کے ذرّے ہیں ہمیں خورشیدِ تاباں سے

غلامی سے تری نسبت نہیں جاہِ سکندر کو
ترے کوُچے کی ذِلّت ہے زیادہ عزِّ شاہاں سے

ترا در مطلعِ صبحِ سعادت ہم سمجھتے ہیں
ترے کوُچے کو بڑھ کر جانتے ہیں خلدِ رضواں سے
ترا سایہ ہو جس پر اس پہ ہو اللہ کا سایہ
خدا راضی ہو تُو راضی ہو شاہا جس مُسلماں سے
مدد کر غوثِ اعظم بیکسوں ہم سے غریبوں کی
چھڑائے غیر تیرے کون دستِ نفسِ شیطاں سے
پڑا پالا مجھے شیطان سے دشمن سے جیتے جی
ڈروں ہوں دے نہ وقتِ مرگ وہ میرے تئیں جھانسے
ملا ذمن مناسب کب ہے شیطانِ لعین ہمدم
ترے خادم کو یُوں دامِ غرور و مکر میں پھانسے
خبر لینا ہماری اے شہِ دُنیا و دیں جلدی
کہ ہے گا برسرِ کیں نفس، اس ننگِ غلاماں سے
اسیرِ نفس ہوں کوئی نہیں صورت رہائی کی
نظر اک تیری جانب ہے فقط سب اہلِ دوراں سے
پکڑنا ہاتھ میرا شمعِ نورِ احمدی جلدی
کہ رہ ملتا نہیں مقصود کا ظلماتِ عصیاں سے
عنایت سے تری اب بھی توقع ہے مجھے شاہا
کہ پہنچوں تیری خدمت کے لیے جنّت میں آساں سے

خدایا ناتواں ہوں بارِ عصیاں اُٹھ نہیں سکتا
سفر عقبا کا اس پر آ لگا دنیائے ویراں سے
بحقِ شیخ دیں حافظ محمّد ضامنِ چشتیؒ
ضیاء الدین جاوے اس جہاں سے یارب ایماں سے

شربت سوم

بادہ ہائے تاریخِ شہادت حضرت رحمۃ اللہ علیہ بعض محبّانِ مخلص نے چند مادہ تاریخ شہادت حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف فرمائی وہ بھی ذیل میں درج کرتا ہوں ۔

قطعۂ تاریخِ شہادت حافظ صاحبؒ از علاء الدین

از نتائج طبع عزیزی محمد علاء الدین برادرِ طریقی وحقیقی این نابکار عفی اللہ عنہ

ربود از دل قرار وصبر از جان وداع حضرت ہادی دوراں
شہیدِ راہِ مولا غوثِ دارین ولیٔ اکمل محبوبِ سبحاں
محمد ضامنِ چشتی بہ نسبت کہ فاروقیست آں مقبولِ یزداں
بوصل حق رسیدہ شاد وخرم، ولی زندہ بحکم نص قرآں
جدا ماندہ چوزاں ہادی عشاق، فتادہ بر زمیں ہر کس چو بیجاں
بروز بست وچہارم از محرم مجاہد شد پئے دیں کرد ساماں
شروع ظہر کرد وشنبہ بود، رواں شد سوئے حق آں شاہِ دوراں
مزارش قصبۂ تھانہ بھون شد ولیٔ آں نور شد تا روم وایران

علاؤ الدین حزیں سال وصالش ہمیں میکرد و فکرش از دل و جاں
یکایک ایں ندا زغیب آمد شہادت مرشد ہادی تو برخواں
۱ ۲ ۶ ۷ ۴

قطعۂ تاریخ شہادت حافظ صاحبؒ از مولانا عبدالسمیع صاحب بیدل

از افکار طبع مولوی عبدالسمیع مرید مخلص حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ

ہُوا وہ حادثہ برپا کہ جس سے اے بیدل — نہ جاں میں جاں رہی نہ دم رہا دم میں
جو دیکھیے لب غنچہ تو چُپ ہے حیرت سے — لباسِ گل کو جو دیکھو تو چاک ہے غم میں
کھڑے چمن میں ہیں ششدر سے سرو اور شمشاد — بہاتا اشک ہے گردوں ملا کے شبنم میں
جو قمریاں ہیں سو گنڈہ ہیں نیلگوں پہنے — جو بُلبلیں ہیں سو نالاں ہیں زیر او ربم میں
جو آدمی ہیں سو ماتم، یہ اُن سے خواہاں ہیں — کہ آہ و نالہ سے محشر بپا ہو عالم میں
شہید ہو گئے ضامن علی پاک نہاد — جواب جن کا نہ تھا کوئی نسلِ آدم میں
ہوئے شہید مگر ایک تماشا دکھلا کر — لہو لہان کیا دشمنوں کو اک دم میں
نہ چھوڑی نام کو گردن کہیں نصارا کی — گلو بریدہ ہے سکّہ بھی ان کا درہم میں
جو مارے تیر تو لگتے ہی جا لیا گوشہ — ہزاروں کافرِ بدکیش نے جہنّم میں
اسی قلق میں ہوئی ہے زمیں کی رنگت زرد — سیاہ پوش فلک ہے انہی کے ماتم میں
جو پوچھی سن شہادت کہا فلک نے کہ ہائے — ہوئے شہید وہ شاہِ جری محرّم میں
۱ ۲ ۶ ۷ ۴

اور ان اشعار میں ہر مصرع کے ہر اوّل حرف سے عدد سنہ شہادت حاصل ہوتے

ہیں۔ بیدؔل صاحب کی فارسی میں دوسری تاریخ ؎

بیدؔل آں وقت کہ حافظ ضامن — رفت و آراست بجنّت مسند
شاد رضواں شد و گفت ایں تاریخ — حافظ مصحف ایزد آمد

از میاں عبدالغفور ؎

حُوریں سب مل کر کے بولیں — واہ واہ پیر کے دن خلد میں پیر آگئے

قطعۂ تاریخ شہادت از مُلّا زین العابدین پشاوری

شہ بہشت بریں بود و نیز از پئے سال — بفال طرفہ برآمد شہ بہشتِ بریں
روز دوشنبہ و ماہ بود محرم کہ ماند — عالم فانی و شد شاہ بہشتِ بریں
مُحمد ضامن آن فرخندہ اخلاق — کہ رضواں بود ش اندر خُلد مشتاق
زمیں یک نقطہ از پرکار قدراش — ملک از قصرِ جاہش کمتریں طاق
جمال صورتش بیروں ز تقریر — کمالِ معنیش افزوں ز اوراق
چو درسِ بندگی برداشت از بر — کتابِ زندگی بُنیاد بر طاق
چو گشت آں شہ بفردوس بریں جنت — جہاں گردید از عقل و خرد طاق
جگر خوں گشتہ عابد ریخت از درد — بسے پرکالہ دل از راہ ساق
پئے تاریخ آں مقبول درگاہ — بجاں گشتند ساعی جمع مشتاق
محرم بست چار و یوم الاثنین — بوقت ظہر شد زیں منزل شاق
بگوشم سال وصلش ہاتفے گفت — ز عالم رفت در آں بدر آفاق

از افکارِ طبع برادرِ طریقی عبدالرحمٰن رامپوری ؎

مرشدِ خلق ہادیٔ آفاق ۔۔۔ مصدرِ فیض، حامیٔ عشّاق
دیں پناہ آں محمّد ضامنؒ ۔۔۔ رُو بروشد بجانبِ رزّاق
حُور و غلماں پئے قدمبوسی ۔۔۔ بر درِ خُلد بود چوں مشتاق
شرق تا غرب ہم جنوب و شمال ۔۔۔ پُر ز رنج و تعب ہمہ آفاق
از زمیں تا بہ آسماں بشنو ۔۔۔ شور و فریاد ، از دلِ عشّاق
کردِ ذکرِ ایں مسافرِ غمگیں ۔۔۔ بہر تاریخ مُرشدِ آفاق

ناگہاں از زبانِ استادیؔ
گوش زد شد کہ اتقی الاخلاق
۱۲۷۴ ھ

حضرت حافظ صاحبؒ کے عجیب واقعات

ابتدائی حال میں حضرت پیرو مرشد رحمۃ اللہ علیہ جب اول خدمت میں قطبِ زماں ولیٔ دوراں قطب الواصلین، شمس العارفین، پیشوائے اولیاء، سرتاجِ اصفیا، دُرِ دریائے حقیقت حضرت پیرو مُرشدِ برحق، نُورِ حق جناب میاں جی نُور محمد صاحب قبلہ وکعبہ جھنجھانوی قدس اللہ سرہٗ و ادام اللہ فیوضہ کے حاضر ہوئے، عصر کا وقت تھا، حضرت میاں جی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ تم آیتِ کریمہ ایک لاکھ پچیس ہزار مرتبہ ختم کرلو۔ حضرت پیرو مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر و اشغال کی تلقین فرمائی۔ اسی ہمت اور استقامت کے ساتھ انجام کو پہنچائی۔ سوائے اور اشغال کے چند روز میں حبسِ دم کی یہ مشق حاصل فرمائی تھی کہ ایک دم میں ذکرِ

نفی و اثبات مع شرائط پانسو مرتبہ تلک پہنچا کر چھوڑ دیا۔ زیادہ حاجت نہیں ہوئی ورنہ خدا جانے کہاں تلک کثرت فرماتے اور کئی سال تک فقط آدھ پاؤ کے قدر کھانا نوشِ جاں فرمایا کرتے تھے اور ربطِ شیخ کے ساتھ اس قدر پیدا کیا تھا کہ بالکل محو اور فنا فی الشیخ ہو گئے تھے بلکہ اکثر صورت شریف بعینہٖ حضرت میاںجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صورت معلوم ہوا کرتی تھی اور سوائے اور عاداتِ قدیم کے ۱۵ تاریخ شبِ برات سے آخر رمضان شریف تک ڈیڑھ مہینے تمام شب مشغول رہتے۔ شب کو لیٹنا سونا بالکل موقوف کر دیتے تھے۔ سبحان اللہ کیا ہمت اور کیا طبیعت تھی۔ کسی نے سچ کہا ہے ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات۔ جس کی ابتدا یہ ہو تو انتہا اس کی بجز جلّ وعلیٰ کے کوئی پہچان سکتا ہے۔ چنانچہ چند روز میں کمالِ جذب کے ساتھ تمام سلوک طے فرمائے اور اس قدر کمال توحید اور وسعتِ حال حاصل ہوئے کہ خارج از بیان ہے۔ اس وقت کے تمام درویش اہلِ حال فنِ تصوف میں پیشوائے دین سمجھتے تھے اور ہر خاص و عام دریافتِ حال و مقام میں حیران تھے۔

واقعہ ۲

نکتہ دوم۔ میاں اللہ دیا میرٹھی مخلص حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مولوی نصر اللہ خاں صاحب نقشبندی ابوالعلائی نے اپنی تصنیف میں لکھا ہے کہ میں خدمت میں حضرت میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حاضر ہوا اور بعد سب گفتگو کے دریافت کیا کہ آپ کے تین صاحب خادم ہیں۔ ان میں سے آپ نے اپنا جانشین یعنی خلیفہ کس کو فرمایا ہے کہ لوگ

آگاہ ہوکر فیض یاب ہوں۔ ارشاد فرمایا کہ حافظ محمد ضامن صاحب کو ہی میری جگہ سمجھنا چاہیئے کیونکہ حافظ صاحب نے میرے سامنے تمام سلوک طے کیے ہیں، اور مجاز ہوئے۔ سُبحان اللہ ان لوگوں کی قسمت جس کو پیر و مرشد اپنے بجائے متقرر فرمائے اور اس کی عجب ہمت ہے جو پیر کے قدموں کے سائے میں پرورش پاکر کمال حاصل کرے۔ اللھم ارزق لجمیع الطالبین۔

واقعہ ۳

نکتہ سوم۔ مخدومی مکرمی جناب حافظ حاجی مولانا رشید احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ گنگوہی خلیفہ اوّل جناب حاجی صاحب قبلہ سلمہ اللہ تعالیٰ یوں ذکر کرتے تھے کہ ایک شخص حاجی ولی محمد صاحب مرحوم کے مُرید تھے اور کچھ ذکر و اشغال بھی کیا کرتے تھے۔ اتفاقاً شامتِ اعمال سے کسی تیرہ ورون نے ان کو کچھ الفاظ سحر کے تبلا دیے تھے وہ بیچارے نئی بات سُن کر ان الفاظ کو پڑھنے لگے۔ تھوڑے دنوں میں ان کو کچھ عجائباتِ شیطانی نظر آنے شروع ہوئے مبتدی تھے نہ سمجھے اور بُرائی نے جلد اثر کیا۔ کیونکہ نفسِ شیطانی معاون اور مددگار ہر آن موجود ہیں۔ رفتہ رفتہ یہ ہوا کہ قرآن شریف اور ذکر و اشغال سب چھوٹ گیا مگر ایمان باقی تھا اور اشغالِ علوی کا مذاق کچھ یاد تھا، نیکی کی گھڑی آگئی تھی۔ سابقہ کیفیت یاد کرکے حیران اور متاسف ہوئے اور اپنی بنارِ طریقت سے ہرچند رجوع کیا مگر ان کا کوئی چارہ گر نہ ہُوا۔ ایک روز مَیں ذکر کر رہا تھا وہی صاحب اتفاقاً میرے پاس بیٹھ کر ذکرِ خیر میں شامل ہوگئے۔ ذکر کے اتمام پر کہنے لگے کہ ذکر کے وقت کیا دیکھتا ہوں کہ جناب حاجی امداد اللہ صاحب تمھارے پیر و مرشد

سلمہ اللہ تعالیٰ تشریف لائے اور میرے حال پر بہت توجہ فرمائی اور ذکر کے رُوبرو اختتام تک تشریف فرما رہے اور کدورتِ شیطانی میرے قلب سے بہت زائل ہوگئی۔ مَیں نے کہا غنیمت جانو یہ بزرگوں کی عنایت من جانب اللہ وقت پر ہوئی کیونکہ جناب موصوف نے بارہ کوس سے تم پر توجہ فرمائی۔ اب ان الفاظ کو نہ پڑھیں اس طرح دوسرے روز بھی وہ شامل ہوئے۔ بدستور مسرور اور محظوظ ہوئے۔ ایک روز بدطالعی سے خیال آیا کہ دیکھوں ان الفاظِ خبیثہ کا پھر اثر ہوتا ہے۔ یہ سوچ کر پھر وہ وظیفہ خبیثہ شروع کیا، آخر وہی بدحالی پیش آئی، حیران اور پریشان پھرنے لگے۔ بلا اطلاع تھانہ بھون حضرات بابرکات ادام اللہ فیوضھم کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ اوّل پیر و مرشد حافظ ضامن صاحب قبلہ و کعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی۔ مونڈھے پر سامنے بیٹھتے ہی یہ خیال کیا کہ دیکھوں ان الفاظِ خبیثہ کا آپ کے اوپر اثر معلوم ہوتا ہے یا نہیں۔ خدا کی پناہ کیا فاسد خیال آیا۔ غرض حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہو کر پڑھنا شروع کیا۔ ایک دفعہ آپ نے باتوں میں ٹلایا اور کچھ نہ فرمایا مگر یہ صاحب کچھ نہ سمجھے۔ آخر الامر جلالِ چشتیہ جوش زن ہُوا۔ نظرِ غضب سے دیکھا اور لفظ "ہوں" دہنِ مبارک سے نکلا فوراً وہ ضربِ قلب اس شخص پر ایسے صدمہ رساں ہوئی کہ اس کو ہوش نہ رہا، بے اختیار مونڈھے سے چت گرا اور حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ شخص تھوڑی دیر کے بعد سراسیمہ اور سرگرداں اُٹھ کر جنگل چلا گیا۔ ایک عرصہ تک سرگرداں بادیہ ضلالت رہا۔ آخر ہوش میں آ کر پھر گنگوہ گیا اور یہ تمام سرگزشت اپنی مجھ سے بیان کر کے چارہ جُو ہوا۔ اُس کو

مَیں نے کہا اے ظالم! اولیاء اللہ کو آزمانا بڑی خطا ہے۔ اب مَیں کیا بتلاؤں تم نے اوّل وقت کو غنیمت نہ جانا فاسد پر عمل کیا، آخر خراب ہُوا۔ چنانچہ اب تک ایسا ہی پریشان ہے۔ اللہ تعالیٰ خیالِ فاسد، صحبتِ بد اور خود رائی سے بچائے، دیکھو قسمت عجب شے ہے کیا واقعہ پیش آیا اور اس معاملے میں کیا کمال حضراتِ بابرکات ادام اللہ فیوضھم کے معلوم ہُوا۔ یارو قسمت والوں پر یہ لوگ توجہ فرماتے ہیں اس کو بہت غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ ورنہ بہتیرے ایسے ہی خراب ہوتے پھرتے ہیں۔ اسی واسطے اولیاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے چلے آتے ہیں کہ ہر اَمر کو شرع شریف کے مطابق کرے تب اس کو درست سمجھے خصوصی طور پر سالک طریقت کو بہت ضرور ہے کہ امرِ مباح میں بھی احتیاط رکھے کہ حصولِ نجات میں چنداں گرفت نہ ہوگی طرح طرح کی شفاعت اور جوشِ بخشش انشاء اللہ تعالیٰ وہاں تلک پہنچا دے گی۔ مگر مرتبہ عالی بہت جانکاہ ہے۔ صفائی اور بے گناہی سے حاصل ہوتا ہے اور صُوفی کا مقصد صرف دیدارِ الٰہی ہے بلکہ اس جہان میں بدون دیدار چین نہیں چنانچہ شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ع

آنچہ آنجا وعدہ بود ایں جا بیافت

اور اکثر بزرگانِ دین کے حالات سے اسی طرح معلوم ہوتا ہے۔ اب ہم کم ہمتوں سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے اس زمانے کے صوفی اکثر محروم ہیں کہ زہد و تقویٰ خدا اور رسول کے حکم کے موافق نہیں کرتے۔ مبتلا وساوس شیطانی اور نفسانی میں مغرور باتیں بناتے رہتے ہیں۔ دیدارِ خدا تو کہاں حبِّ جاہ و مال میں صورتِ نجات سے دُور معلوم ہوتے ہیں۔ اللہ سب کو ذلل اور خللِ دارین

سے بچائے۔ آمین

واقعہ ۴

نکتہ چہارم۔ قصبہ جھنجھانہ میں سید محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور امام صاحبؒ کی ایک درگاہ نہایت پُرفضا ہے اور اس چار دیواری میں امام صاحب کے مرقد کے گنبد سے غرب کی طرف مسجد کے چبوترے کے برابر دوسرے چبوترے میں کھرنی کے درخت کے نیچے قبر شریف حضرت میاںجی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی واقع ہے۔ ایک عجیب برکت اور عظمت اس مرقدِ اقدس میں ہے کہ اکثر اہلِ دل وہاں زیارت کر کے محظوظ ہوتے ہیں اور اس درگاہ میں چند مجاور بھی حاضر رہتے ہیں۔ ایک دفعہ ان مجاوروں نے چرچا کیا کہ حافظ محمد ضامن صاحب قبلہ قدس سرہٗ یعنی حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ اکثر صبح کے وقت مرقد مبارک جناب میاںجی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر حاضر ہوتے ہیں، اس کے بعد شہر میں کہیں آپ کا پتہ نہیں ملتا۔ اس خبر پر لوگوں کو شبہ ہوا کہ اس طرح حافظ صاحب کا تشریف لانا کہ کسی کو خبر نہ ہو خالی اسرار سے نہیں کیونکہ آپ جب کبھی تشریف لاتے ہیں شہر میں ٹھہرتے ہیں اور ملنے والوں سے ملتے ہیں۔ اس پر قاضی امیر علی صاحب نے درگاہ کے مجاوروں کو تاکید کی کہ اب کی دفعہ جس وقت حافظ صاحب تشریف لاویں مجھ کو خبر کرنا۔ اس وجہ سے مجاور منتظر تھے کہ ایک دن حسبِ عادت حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ زیارت کے واسطے تشریف لائے، ایک مجاور نے قاضی صاحب کے مکان پر آ کر بیان کیا کہ اس وقت حافظ صاحب درگاہ میں تشریف فرما ہیں مگر اتفاقاً اُس روز قاضی صاحب مکان پر نہ تھے

تھانہ بھون گئے ہُوئے تھے۔ یہ امر سربستہ رہا۔ جب قاضی صاحب وہاں سے
تشریف لائے معلوم ہُوا کہ فلاں روز صبح کو حافظ صاحب تشریف لائے تھے
متعجّب ہو کر کہنے لگے کہ اس روز مَیں خود حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر تھا
اور صبح کی نماز حافظ صاحب کے ساتھ پڑھی اور میرے رُوبرو حضرت موصوف حجرہ
شریف میں داخل ہوئے اور اشراق کے بعد حجرے سے حسبِ معمول تشریف لائے
اس طرح یہ حال مخفی منکشف ہوا۔ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں
کو کیا ہمّت اور قدرت عنایت فرمائی کہ بُعدِ مکان بھی مانع نہیں۔ جہاں چاہیں
آن میں طیر و سیر کر جاتے ہیں۔

واقعہ ۵ نکتہ پنجم۔ شیر خان انگریزی سوداگر یُوں کہتا تھا کہ ایک
دفعہ مَیں اور ایک سوار سرکاری نوکری میں تھانہ بھون گئے۔ بمغرب کے بعد دوسرا
سوار حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ حضرت
نے صبح اس کی دعوت فرمائی جو اس نے قبول کرلی۔ ڈیرے میں آکر اس نے
مجھ سے کہا کہ حافظ صاحبؒ نے دعوت فرمائی تھی کھانا کھا کر چلیں گے۔ مَیں نے
اصرار کیا کہ صبح کو گرمی ہو گی، نماز سے پہلے چلنا چاہیئے، اس سوار نے ہرچند انکار
کیا تبرّک نہ چھوڑو اور خلاف وعدہ کے نہ کرو۔ مَیں نے نہ مانا سوار ہو کر صبحِ صادق
سے پہلے ہی نکلا۔ کیا واقعہ پیش آیا کہ چاندنا ہونے تک چلے مگر شہر کے دروازے
سے ۲ دو کوس سے زیادہ نہ بڑھے اور یہ عرصہ عجب حیرانی میں گزرا۔ جب یہ دیکھا
کہ اتنی رات سے چلے آخر دروازہ شہر کا نظر آیا۔ حیرانی ہوئی کہ اس قدر عرصہ

اور دو گھوڑوں کی چال سب پامال ہوئی۔ چلو معلوم ہوا کہ حافظ صاحب کا تصرف جانے نہیں دے گا۔ لاچار شرمندہ ہو کر فرودگاہ پر آ کر صبح کی نماز پڑھ کر حضرت پیرومرشد کی خدمت میں ہم دونوں سوار حاضر ہوئے مگر کچھ حال نہ کھولا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے آؤ تم ہمارا کھانا خراب کیا چاہتے تھے۔ اس بات پر ہم کو بڑی ندامت ہوئی۔ لاچار معذرت کی، تھوڑی دیر میں حضرت نے کھانا کھلا کر رخصت کیا تب ہم منزل کو پہنچے۔ سچ بات ہے کہ اولیاء کے خلافِ مرضی نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ اکثر اسرارِ مخفی اپنے خاص بندوں پر منکشف کر دیتا ہے۔

واقعہ ۶

نکتہ ششم۔ میاں مولابخش دیوبندی کہ مرید مخلص حضرت پیرومرشد رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اور اکثر ابتدا میں حضرت پیرومرشد کے ہمرکاب رہا کرتے تھے یوں فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کاندھلہ کو تشریف لے چلے، مَیں بھی ساتھ تھا۔ چلتے وقت مَیں نے عرض کیا کہ مَیں کچھ خرچ لے لوں۔ ارشاد فرمایا کہ خدا رازق ہے کیوں بوجھ اور تردد میں پڑے مگر مَیں بدون اطلاع آٹھ آنے کمر میں خوب مضبوط باندھ کر ساتھ ہو لیا۔ اثناءِ راہ قصبہ شاملی میں روٹیوں کا وقت ہوا۔ مَیں نے عرض کیا ارشاد ہو تو کچھ کھانا مول لے آؤں فرمایا کہ تیرے پاس پیسے کہاں ہیں۔ مَیں نے عرض کیا کہ آٹھ آنے میری کمر میں ہیں۔ فرمایا کہاں ہیں۔ مَیں نے کمر کھولی تو فی الحقیقت کچھ نہ تھا۔ حیران ہوا کہ اس قدر وزن کمر میں تھا گرتے وقت خبر نہ ہوئی۔ حضرت پیرومرشد رحمۃ اللہ علیہ مجھ کو حیران دیکھ کر فرمانے لگے لایا تھا یا نہیں۔ مَیں نے عرض کیا۔ آپ

کے ارشاد سے تھوڑی دیر پہلے میری کمر میں موجود تھے واللہ اعلم کہ کیا وجہ ہوئی ایسی بے خبری میں گُم ہو گئے۔ جبکہ متردّد دیکھا رومال میں بندھے ہوئے پیسے ہنس کر مجھ کو عنایت فرمائے تو اس میں وہی آٹھ آنے تھے۔ جب مَیں نے جانا کہ یہ تصرف آپ کا ہے کہ میری کمر سے آپ کے رومال میں پیسے جا بندھے کیونکہ مجھ کو خوب معلوم تھا کہ آپ کے پاس کچھ نہ تھا اور رومال ہاتھ میں خالی تھا۔ تب میرا تردّد دفع ہوا۔ بازار سے کھانا لاکر کھلا کر اور کھا کر کاندھلہ روانہ ہوئے، میاں مذکور اکثر امور میں حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کے راز دار تھے اور حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کو اکثر باتوں میں دلداری میاں مذکور کی منظور خاطر شریف رہتی تھی۔ اس لیے ان سے چنداں ستر حال نہ تھا۔ ظاہر ہے جس پر شفقت ہو اور خدمت میں کثرت سے رہے وہ اکثر حال کا راز دار ہوتا ہے۔

واقعہ

نکتہ ہفتم۔ میاں مولا بخش مذکور کہتے تھے کہ مزار شاہ منصور صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پانچ چار کوس آگے پیرانِ کلیر سے جنگل میں ہے۔ اور اُس زمانہ میں وہاں بڑا جنگل اور بن تھا۔ ایک بار حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ زیارت کے واسطے وہاں تشریف لے گئے۔ مَیں بھی ہمراہ تھا۔ جب حظیرہ میں پہنچے، فاتحہ کے بعد مرقد کے مقابل مراقب ہوئے۔ ایک طرف کو مَیں بیٹھ گیا، ناگاہ ایک شیر جنگلی مقبرے کے دروازے پر آ پہنچا مجھ کو خوف ہوا مگر شیر ہیبتِ حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ نہ کہہ سکا مگر آپ نے نورِ باطن سے معلوم کر لیا کہ اس کو خوف ہے۔ میری طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ میرے

پاس آجاؤ انشاء اللہ تعالیٰ کچھ صدمہ نہ پہنچے گا۔ یہ فرما کر آپ پھر مشغول ہو گئے اور مَیں بموجب ارشاد قریب ہو کر بیٹھ گیا۔ وہ شیر بھی حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کے قریب آ کر ایک عرصہ تک سر جھکائے سامنے کھڑا رہا۔ جس وقت حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے شیر کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھا فوراً آہستہ دُم دبا کر جھٹ نکل گیا کان بھی نہ ہلایا۔ تب مجھ کو اطمینانِ کُلّی ہوا۔ بعدہٗ چھ روز تک وہاں تشریف فرما رہے۔ جب بھوک لگتی تھی تو درختوں کے پتّے جو ہَوا سے گرتے وہ تناول فرماتے اور اس میں سے مجھ کو بھی عنایت فرمایا کرتے تھے اور بجائے طعام وہی کھا لیتے تھے اور کھاتے وقت فی الجملہ شیریں معلوم ہُوا کرتے تھے۔ سبحان اللہ معاملہ اولیاء کا عقل میں نہیں آتا تھا۔ اللہ ہی خُوب جانتا ہے۔

واقعہ ۸

نکتہ ہشتم۔ میاں مولا بخش مذکور فرماتے تھے کہ ایک روز حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے بعد نماز تہجّد کے فرمایا کہ آج تسبیح گھر میں رہ گئی، گھر میں سے جا کر لے آؤ۔ مَیں حسب الارشاد تسبیح لینے چلا۔ اثناءِ راہ میں کیا واقعہ پیش آیا کہ کُوچہ میں ایک آدمی کھڑا ہے مجھ کو دیکھتے ہی کُود کر ایک پاؤں دیوار پر اور ایک پاؤں دوسری دیوار شارعِ عام پر رکھ کر منڈیروں پر کھڑا ہو گیا۔ یہ حرکت دیکھ کر مجھ کو یقین ہُوا کہ یہ جن ہے۔ ہیبت اس کی میرے دل پر چھا گئی اور وہ نابکار کہنے لگا چلا جا۔ مَیں نے کہا تُو موذی ہے راہ سے ایک طرف ہو جا تب جاؤں گا۔ اسی تردّد اور تکرار میں تھا کہ یہ معاملہ حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کو نورِ باطن سے دریافت ہُوا۔ خود تشریف لائے۔ مجھ کو متردّد دیکھ کر فرمانے لگے۔ کیوں کھڑا ہے؟ مَیں نے

عرض کیا یہ خبیث راہ میں ہے۔ حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے نزدیک آ کر فرمایا کہ نامعقول اس کو کیوں روک رہا ہے۔ وہ جن آواز سنتے ہی فوراً چلا گیا اور حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ واپس مسجد تشریف لے گئے۔ تب میں جا کر تسبیح لایا۔ سبحان اللہ کیا ہیبتِ حق تھی کہ جنوں کو بھی تابِ قیام نہ ہوئی۔

واقعہ ۹

نکتہ نہم۔ میاں اللہ دیا جھنجھانوی فرماتے تھے کہ جب انگریزوں نے ملک پنجاب فتح کیا اور سب مال اور اسباب طرح طرح کا ضبط کر کے اور مبصروں کو دکھلا کر مال خانہ میں داخل کر کے نیلام کرنا شروع کیا۔ اس میں سے ایک روز پڑتلہ پنجابی مع چپراس چار روپے کو میں نے بھی مول لیا۔ ان دنوں حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ بھی بطورِ سیاحت اور خدمت ولایت کشور انگریزوں کے پنجاب میں تشریف رکھتے تھے اور چند روز سے شیخ اللہ دیا موصوف کے مکان پر فروکش تھے۔ اس پڑتلہ کو دیکھ کر فرمایا کہ اس میں چپراس سونے کی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت اوّل مبصروں سے دکھلا کر مال خانہ میں رکھی گئی ہے اب میں بہت زرگروں کو دکھلا کر لایا ہوں سب نے متفق اللفظ کہا کہ یہ چپراس پیتل کی ہے اب آپ کے ارشاد سے کیا بعید ہے کہ سونا ہو جائے۔ اولیاء اللہ کی زبان خاک کو سونا کر دیتی ہے یہ تو پیتل ہے۔ چنانچہ میں نے اُسی وقت جا کر ایک زرگر کو دکھلایا وہ دیکھتے ہی کہنے لگا کہ یہ تو سونا ہے پھر جس کو دکھلایا سونا ہی کہا نہایت تعجب ہُوا۔ اور واپس آ کر عرض کیا کہ حضرت فی الحقیقت اس کو سب سونا کہتے ہیں۔ فرمانے لگے پہلے کسی نے اچھی طرح دیکھا نہیں تھا۔ میں جان گیا کہ میں نے کئی دفعہ اپنی تنگدستی

کا حال حضرت سے عرض کیا تھا۔ بیشک یہ مدد خرچ حضرت کی عنایت سے حق تعالیٰ نے مجھ کو عطا فرمایا ہے۔ غرض اس چپراس کو اسّی۸۰ روپے میں بیچ کر وطن واپس آیا۔ مدّت سے بدون خرچ عزمِ وطن فسخ ہو رہا تھا۔

واقعہ ۱۰

نکتہ دہم۔ میاں اللہ دیا قوال لوہاروی کہ مرید مخلص حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ قدیم سے پیشہ گانے بجانے کا کیا کرتے تھے اور ہم عصروں میں نہایت استاد تھے مگر اصل خلقت میں نیکی تھی وہ ظہور کر آئی۔ حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت ہوئی اور بعیت کی درخواست کی لیکن حضرت پیشہ فسق و فجور کے باعث گانے بجانے کے انکار فرمایا مگر تربیتِ باطنی فرماتے رہے اس طرح چند سال تمنا اور درخواستِ بعیت میں گزری آخر ایک دفعہ ایامِ ہولی میں راجہ قصبہ روپڑ کی محفل گرم ہوئی اور اربابِ نشاط اور فساق حاضر آئے۔ اللہ دیا بھی راجہ مذکور کے گویوں میں نوکر تھے وہ بھی موجود رہے۔ جس وقت شیطان اہلِ محفل پر خوب متصرف ہوا، شراب نوشی شروع ہوئی۔ رفتہ رفتہ سب بدمست ہوئے اور دورِ جام نافرجام اللہ دیا کے قریب آ پہنچا۔ میاں اللہ دیا یوں کہتے تھے کہ مجھ کو ڈر ہوا کہ دیکھیے پردہ غیب سے کیا ظاہر ہو۔ سوائے گانے بجانے کے شراب خوری وغیرہ سے بچا ہوا تھا۔ اب دیکھا چاہیے کیا صورت پیش آئے۔ ناچار وقتِ اضطراری میں کچھ چارہ نہ رہا۔ ناگاہ حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کا خیال آیا فوراً دل کو شیری ہوئی اور جیسے ایک نابکار نے پیالہ شراب کا لا کر میرے سامنے کیا تو میں نے انکار کیا۔ راجہ مذکور خلافِ ادب سمجھ کر دل میں غصہ سے پیچ و تاب کھانے لگا اور مجھ

کو حضرت پیر و مرشد کے تصور سے ترقی ہونے لگی اور حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ دستگیر وقت ہوئے۔ آخر ایسا تصور بندھا کہ سب اہلِ محفل ناچیز معلوم ہونے لگے اور قلب میں ایسی جودت پیدا ہوئی کہ بے باک و بے اختیار تال و تنبورا چھوڑا، تار محفل توڑ دیوانہ وار وہاں سے چل نکلا۔ سب اہلِ محفل تکتے رہ گئے۔ کوئی کچھ بول نہ سکا۔ عنایتِ الٰہی سے کششِ تصرف حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا مست بنایا کہ کسی کی خبر نہ رہی۔ اس وقت کا حال عجب نرالا تھا کچھ بیان نہیں ہو سکتا۔ غرض اسی روز شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا کھینچا کہ ایک روز میں کئی منزلیں طے کر لیں حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہاں پہنچ کر دلِ مضطر کو تسلی ہوئی۔ رذیل پیشہ سے خدا نے مجھے چھڑوا دیا اور اس مجلس سے بچایا۔ پھر خبر نہیں کہ میرا تنبورہ کس نے لیا اور کہاں گیا۔ بعدہٗ حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت فرمایا۔ الحمد للہ آج تک اللہ تعالیٰ نے گانے بجانے وغیرہ فسق و فجور سے بچائے رکھا بلکہ گانے کا اثر دل میں سے نکل گیا۔ فقط سبحان اللہ کیا ہمت اور دست گیری وقت ہے کہ کیسے مبتلا فسق و فجور کو استاد علمِ موسیقی اور اہل مقدر تھا کیسا تائب کر دیا۔ بموجب شعر ؎

تا نگردی طالباں را دستگیر　　　طالباں ہرگز نگیرند دستِ پیر

چنانچہ اب تلک میاں موصوف باوصف تنگدستی کے گانے کا نام نہیں لیتے اور حتی المقدور طلبِ خدا میں مصروف رہتے ہیں۔ اللہ سب کو توبہ نصوحہ ایمان کامل نصیب کرے۔ آمین!

واقعہ ۱۱

نکتہ یازدہم ۔ میاں اللہ دیا صاحب مذکور کہتے تھے کہ مَیں ایک روز بعد نمازِ عشاء وقتِ خواب کے حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کا پاؤں دبا کر ویسے ہی اُٹھ کر چلا آیا اور باہر آ کر خیال آیا کہ چراغ جلتا رہا اور کواڑ بند نہیں ہُوئے، حجرے کی طرف چلا کہ دونوں کام کر آؤں۔ فرمایا کیوں آتا ہے، مَیں نے عرض کیا کہ در بند اور چراغ گُل کرنے آتا ہوں۔ فرمایا جا ہم کر دیں گے مجھ کو اپنے بھُول جانے کی شرم سے اس جگہ تامّل ہُوا۔ جب کھڑا رہ گیا تھوڑی دیر میں کیا دیکھتا ہوں کہ خود بخود چراغ گُل اور حجرہ بند ہو گیا اور حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح چارپائی پر لیٹے ہیں ہاتھ بھی نہیں ہلایا۔ یہ قدرت کا تماشہ دیکھ کر آہستہ دبے پاؤں ہٹ آیا۔ سچ ہے مقبولانِ خدا بنظرِ ظاہر مجبور ہیں ورنہ عنایتِ الٰہی سے کسی کار میں محتاجِ تردّد اور حرکت کے نہیں۔

واقعہ ۱۲

نکتہ دوازدہم ۔ میاں اللہ دیا مذکور کہتے ہیں کہ ایک روز ایک صاحب حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مجھ کو قوّال جان کر بہ نظرِ حقارت کلام کرنے لگے۔ حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ میراثی تم سے بہتر ہے۔ شرافت اسلام تمام دنیا فانی سے افضل ہوتی ہے اس پر وہ صاحب معذرت کرنے لگے۔ میرے دل میں عجب خیال آیا۔ نفس نے وقت پایا کیے اور اس حالت عُجب میں گزری۔ بعدہٗ ایک دفعہ چند آدمی جمع تھے ایک صاحب نے میری تعظیم فرمائی۔ اس وقت مَیں اور بھی جی میں پھُولا۔ حضرت

پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے کشفِ باطنی سے دریافت کیا کہ اس کو عُجب نے مبتلا کر رکھا ہے۔ فرمایا یہ اللہ دیا لوہاری کا ڈوم ہے بغور ارشاد وہ خودی میرے دل سے نکل گئی... اپنے نظر آئی توبہ کی اور استغفار پڑھی۔

واقعہ ۱۳

نکتہ سیزدہم۔ ابتدائی حال میں حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کو قمریوں سے شوق تھا۔ ایک روز کھانا کھانے کے بعد ایک روٹی قمریوں کے واسطے لائے۔ جس وقت پنجرے کے قریب پہنچے ایک قمری مصدق حق نے صدائے حق سرہ سنائی۔ بغور سننے صدائے بانوا کی حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ ناگاہ ایک شخص آگیا، گھبرا کر کھڑے ہو گئے اور یوں فرمایا دیکھو اکثر آدمی راہ میں پانی گرا دیتے ہیں کہ لوگ رپٹ کر گر جاتے ہیں۔ سبحان اللہ کیا سترِ حال کا خیال تھا کہ حتی المقدور اکثر حال کو باتوں سے چھپا دیا کرتے تھے۔ چنانچہ اسی وجہ سے آپ کے اکثر حال اور خرقۂ عادات ظاہر نہ ہوئے مگر آفتاب کی روشنی کب چھپتی ہے جیسا کسی نے کہا ہے ع

چھپے ہے کہیں خاک ڈالے سے چاند

اللہ تعالیٰ قلوبِ مومنین پر اپنے مقبول بندے کی منادی کر دیتا ہے کہ ہم نے فلانے کو مقبول فرمایا۔ اس لیے کہ ہر ایک دانا جان جاتا ہے اور طالب حق پا لیتا ہے۔ کچھ انکشافِ حال اور رجوعِ عوام پر مقبولیت نہیں۔ اسی واسطے بغیر خواص فقط عوام الناس کے رجوع کا اعتبار نہیں۔

واقعہ ۱۴

نکتہ چہاردہم ۔ ایک روز حضرت پیر و مُرشد رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے جاتے تھے۔ راہ میں ایک جانور مُردہ پڑا تھا اور دو سگ نیچے اس کے گرد تھے جو ایک دوسرے کو کھانے نہیں دیتے تھے باہم غرّا رہے تھے، دیکھتے ہی ایک آہ سرد بھر کر فرمایا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیا مثال دُنیا اور دُنیا داروں کی ظاہر کر رکھی ہے کہ دُنیا مُردار پڑی ہے اور دُنیا دار کتے لڑتے ہیں۔ سبحان اللہ! اللہ کے بندے ہر بات سے کیا مطلب اور عبرت لے لیتے ہیں۔ حق تعالیٰ دُنیا کے مکر و فریب سے بچائے اس کی محبّت ہر طرح خراب کر دیتی ہے۔

واقعہ ۱۵

نکتہ پانزدہم ۔ ایک روز حضرت پیر و مُرشد رحمۃ اللہ علیہ بعد مغرب کئی آدمیوں کے ساتھ قصبہ مظفر نگر کے بازار سے تشریف لیے جاتے تھے۔ ایک گھر میں سے گانے کی آواز آئی " ہری ہری چریاں گوری گوری بھیاں" یہ آواز سنتے ہی بے اختیار آہ سرد سینہ پُر درد سے کھینچ لی اور بے ہوش ہو گئے۔ قریب تھا کہ گر جائیں مگر ایک ہمراہی نے سنبھال لیا۔ بعدہٗ ایک نعرۂ جگر سوز سینہ بے کینہ سے کھینچ کر مدہوشانہ فرمایا کہ مجھ کو کہاں لے چلے۔ آخر ساتھ والے جوں توں فرودگاہ میں لے آئے۔ بہت دیر کے بعد ہوش میں آکر اُٹھ کر بیٹھے۔

واقعہ ۱۶

نکتہ شانزدہم ۔ ایک روز حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ وطن شریف یعنی تھانہ بھون حوض والی مسجد میں چبوترے پر پاؤں لٹکائے

بیٹھے تھے۔ دفعتہً بے اختیار کہہ اٹھے کہ غلام محی الدین رسالدار کے گھوڑے کو ولایتی کھا گئے۔ کسی نے اس گفتگو کو شیخ غلام محی الدین کے گھر جا کر کہا اُن کو اضطرار ہوا۔ حضرت پیرومرشد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کرنے آئے۔ حضرت نے باتوں میں ٹلا دیا۔ مگر لوگوں کو شُبہ ہو گیا کہ کچھ نہ کچھ اسرار ہے۔ اُس دن اور اُس تاریخ کو یاد رکھا اور وہ معرکہ یوں ہوا تھا کہ شیخ غلام محی الدین تھانوی انگریزی فوج میں رسالدار تھے۔ ہنگامہ معرکہ کابل میں ایک جگہ ان کے گھوڑے زخمی ہوئے۔ شیخ موصوف نے اُن کو ذبح کر ڈالا اور ولایتی لوگ اس کے گوشت کو کاٹ کر لے گئے۔ یہ بات حق تعالیٰ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر یہاں منکشف فرما کر زبان سے کہلا دیا۔ آخر جب شیخ غلام محی الدین سے دریافت کیا تو اسی دن اور اسی تاریخ کو یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ سبحان اللہ کیسی صفائی حاصل ہوئی تھی کہ کوئی حجاب نہ رہا۔

واقعہ ۱۷

نکتہ سترھواں ۱۷۔ شہر جنوب میں ایک مجذوب باہیبت و جلال قلعہ میں رہتے تھے اور کسی کو پاس نہیں آنے دیتے تھے اور اگر کوئی پاس آجاتا تو بے سوچے جو کچھ ہاتھ میں آجاتا کھینچ مارتے۔ حضرت پیرومرشد رحمۃ اللہ علیہ ایّامِ سیاحت ملک پنجاب شہر جنوب میں تشریف فرما ہوئے اور ان مجذوب صاحب کی خدمت میں جانے کا ارادہ فرمایا۔ لوگ مانع ہوئے کہ وہ مارتے ہیں۔ آپ نے کہا اگر ماریں گے چلا آؤں گا۔ آخر مجذوب صاحب کی خدمت میں جا کر سلام کر کے بیٹھ گئے۔ مجذوب صاحب نے چلم اور تمباکو

عنایت کیا۔ حضرت نے چلم بھر کر پی، بعدہٗ مجذوب صاحب کو دی اور تھوڑی دیر وہاں تشریف فرما رہے، بعدہٗ سلام کر کے تشریف لے آئے۔ دیکھنے والے تعجّب کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ یہ شخص کوئی بڑا کامل شخص ہے جس کی مجذوب صاحب نے اس قدر تعظیم فرمائی ورنہ کسی کو پاس بھی نہ آنے دیتے تھے۔ یہ مثل یہاں اصل ہو گئی۔ ولی را ولی می شناسد۔

واقعہ ۱۸

نکتہ اٹھارواں۔ ایامِ غدر جس سال میں حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ شہید ہوئے یُوں فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو حُوریں پیالہ لیے ہوئے مکان کی منڈیروں پر کھڑی ہیں جس کا جی چاہے لے لے اور برخلاف اور دنوں کے ان ایام میں حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ ولولۂ محبتِ الٰہی میں ایسے مست اور مخمور ہوئے تھے کہ اکثر ذکرِ شہادت برزبان تھا اور بہت سی باتیں اسرار کی کہہ اُٹھتے تھے۔ سترِ حال کا چنداں لحاظ نہ رہا تھا اور جو کوئی بیعت ہوتا تھا برخلافِ عادت بلا تامل بیعت کر لیتے تھے اور جس وقت ارادہ معرکہ کا کیا، غسل فرما کر سب لباس نیا زیب بدن شریف فرمایا اور یہ لباس بہت روز بلیشتر سے رکھ چھوڑا تھا حالانکہ اس کے بعد کے کپڑے بنائے ہوئے استعمال فرمائے اور وہ لباس اُس دن کام آیا اور نعلین شریف کچھ بوسیدہ نہ تھی مگر وہ بھی نئی منگا کر زیبِ پا فرمائی اور یہاں تک سامانِ لباس وغیرہ کا اہتمام کیا تھا کہ خوشبو ملی اور سرمہ لگایا۔ دستار پیچدار سپاہیانہ وضع شمشیر لے کر شربت دیدار کی تمنا میں علم خواں اُٹھا کر مردانہ اور مشتاقانہ برسرِ معرکہ جاں بحق

تسلیم فرمائی جیسا کسی نے کہا ہے ؎

درکوی تو عاشقاں چناں جان بدہند   کہ آں جا ملک الموت نگنجد ہرگز

اور جس وقت نعش مبارک کو لینے آئے تھے جسم شریف سے عطر حسن اور گل کی خوشبو آتی تھی۔ اس نالائق کا دماغ بھی اس وقت اس خوشبو سے مشرف اور معطر ہوا اور جناب حاجی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس وقت تصدیق فرمائی افسوس وہ نورِ مجسّم اور جسمِ معطر یُوں سبک سیر ہُوا اور مَیں یہاں پابگل رہا بقول آنکہ ؎

دستگیری نے دیا ہائے ارادت درگل   آشنائی نے دیا دریا غمت بے پایاں

قصّہ درد والم اور فسانہ مفارقت ہمدم سینہ میں ہر دم موجزن ہے دل مفارقت زدہ بدون بیان رہ نہیں سکتا۔ مگر یہاں موقع تحریر اس تقریر کا نہیں۔ اب بجز خاموشی کے کچھ بن نہیں آتا ورنہ یہ جی چاہتا رہتا ہے کہ ہر وقت ذکر مفارقت اور عنایت حضرت پیرومرشد رحمۃ اللہ علیہ زبان سے جاری رہے یا یہ قسمت تو کہاں مگر حق تعالیٰ حشر میں زمرہ کفش برداران حضرت پیرومرشد رحمۃ اللہ علیہ میں شمار فرمائے تو غنیمت ہے اور بس باقی ہوس۔ اللّٰھمّ اغفرلی ولوالدی ولجمیع المومنین اٰمین۔

واقعہ ۱۹

نکتہ انیسواں۔ حضرت پیرومرشد رحمۃ اللہ علیہ نے ہفتہ عشرہ پہلے شہید ہونے سے اس نالائق کو ایک عنایت نامہ ارقام فرمایا تھا۔ بعینہٖ ترجمہ اس کا درج کرتا ہوں۔ ترجمہ رقعہ والا۔ برادرِ دینی حکیم مُحمّد ضیاء الدین سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم۔ واضح رائے ہو کہ تمہاری تحریر کے موافق دل میرا متمنّی ملاقات ہے لازم

کہ بغور مطالعہ اس خط کے اپنے تئیں یہاں پہنچاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ توقّف میں حسرت ملاقات کی دل میں رہ جائے، عاقل کو اشارہ کافی ہے باقی حال بروقت بیان کیا جائے گا۔ والسلام۔ اس تحریر سے ہی صاف ثابت ہے کہ آپ کو اپنی شہادت کا حال معلوم ہو گیا تھا اور بعضی باتیں بمقتضائے وقت لکھنے میں مناسب نہیں، لاچار قلم انداز کی گئیں۔

واقعہ ۲۰

نکتہ بستم۔ بعد شہادت حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ یہ نالائق و گناہگار بدون مربّی اور سرپرست کے نہایت حیران و پریشان تھا۔ ایک روز خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور مجھ کو سامنے بٹھلایا اور میرے حال پر بہت توجّہ فرمائی۔ ایک عرصہ تک فیض یابِ صحبت شریف رہا اور بعد بیداری کے بھی کیفیت توجّہ کا اثر باقی تھا۔ چند مرتبہ اس طرح تربیتِ حال اس نالائق و نابکار کی فرمائی۔ اور ایک دفعہ کچھ فتور حال محل وقت میرے کا ہوا خواب میں یہ فرمایا کہ تھوڑا کھایا کرو اور لباس جیسا مِلا ویسا پہن لیں۔ چند مدّت ایسا معاملہ رہا کہ حیات و ممات کا چنداں فرق نہ تھا مگر وائے قسمت کہ صورتِ مراد نظر نہ آئی۔ اب اللہ ایمان سے اُٹھالے۔

واقعہ ۲۱

نکتہ بست و یکم۔ ایک روز ایامِ حیات حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ توجّہ میں یہ نالائق بھی حاضر تھا اور حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ محرابِ مسجد میں جلوہ فرما تھے۔ ناگاہ میری نظر آپ کی طرف جا پڑی تو آپ کا جسم کچھ نظر

نہ آیا۔ فقط ایک شمع اُس جگہ روشن تھی۔ ہر چند غور کیا مگر بجائے جسد مبارک کے شمع نظر آئی۔ مجھ کو بے بصری سے شمع ساں نظر آئی ورنہ اس نورِ محمدیؐ سے ایک عالم منوّر تھا۔

واقعہ ۲۲

نکتہ بست و دویم۔ ایک روز یہ نالائق بعد نماز صبح کے کیا معاملہ دیکھتا ہے کہ حضرت پیر و مرشد تشریف لائے اور تخت پر رُوبرو میرے متصل چارزانو ہو کر بیٹھے بہت دیر تک جلوہ فرما رہے اور نہایت وقار اور شوکت سے سفید لباس نئی قطع کا سا انداز اور ایک باریک سبز رنگ کا رومال دونوں شانوں پر پڑا ہُوا اور ایک تاج طلائی مرصّع مینا کار، مروارید و ہیرے سے آراستہ سر پر اور دو بازو بند اور ایک دھکدھکی مرصّع مینا کار جواہرات سے جڑی ہوئی کہ ایسا مینا اور جڑاؤ کبھی نظر سے نہ گزرا، زیب تنِ لطیف تھا اور اس قدر شوکت اور فرحت اس صورت اور شانِ باکمال میں تھی کہ خارج از بیان ہے اس وقت کیا ظہورِ نُور اور عجیب فرحت و سرور تھا۔ ایک عرصہ تک یہ قدرت کا تماشہ نظر آیا اور اثر صحبت عجائب کیفیت دکھلاتا رہا۔ سبحان اللہ جیسا کہ بہشتیوں کا لباس اور شان حدیثوں سے سُنا کرتے تھے بتوجہ حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ آنکھوں سے دیکھا۔ یہ صرف شفقتِ مرشد رحمۃ اللہ علیہ ہے ورنہ مجھ کو ایسی بصیرت کہاں۔

واقعہ ۲۳

نکتہ بست و سویم۔ ایک روز یہ نالائق دوسرا معاملہ کیا دیکھتا ہے کہ ایک وسیع صحرا سبزہ زار ہے کہ اس کی وسعت و فرحت کا کچھ بیان نہیں

ہو سکتا اور اس میدانِ سبزہ زار میں ایک درخت اس قدر بلند ہے کہ سرا اُس کا آسمان کے قریب ملا ہُوا ہے اور اس کی خوبصورتی کے ساتھ سرو و شمشاد کی رفعتِ شان پست ہے اور چند شاخیں اس کی سر جُھکائے جھُوم رہی ہیں اور ان میں کھجور ایسے خوشے نہایت خوش وضعی کے ساتھ لٹکتے ہیں اور نیچے ان شاخوں کے معلّق ہوا پر ایک تختِ لطیف اور نفیس خوبصورت قائم ہے اس پر حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ جلوہ فرما ہیں اور وہ شاخیں سرِ مبارک پر سایہ فگن ہیں، عجیب آن بان اور شان و شوکت اس باکمال میں ٹپکتی ہے۔ یہ معاملہ دیکھ کر اس قدر فرحت و اطمینان اور جمعیتِ خاطر ہوئی کہ بالکل محو و مستغرق اس حال کا ہو گیا۔ کچھ فرق نہ رہا۔ جب بایں ہیئت دیکھا تو اس نالائق کے دل میں خیال آیا۔ اگرچہ حضرت کچھ حال اپنی شہادت کا ارشاد فرمائیں تو بہتر ہے بفور ورود اس خطرے کے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا بڑا شکر ہے۔ خدا نے مجھ کو شہدا میں نہایت بڑا رُتبہ عنایت کیا یعنی سردار شہیدوں کا فرمایا۔ اور بڑی نعمتیں عطا ہوئیں مگر حقّہ کا ذکر آیا تھا اس نالائق کے جس میں خطرہ گزر گیا۔ آپ سے گرفت ہوئی فرمایا نہیں فقط ذکر آیا تھا۔ یہ فرما کر اور اس ہیئت کو چھوڑ کر ایک مسجد میں تشریف لائے اور دہن شریف کھول کر دکھلایا کیا دیکھتا ہوں کہ درج دہن مبارک میں شکر بھری ہوئی ہے مگر یہ نالائق سمجھا کہ اس وقت کے طرزِ حال و قال سے یوں القا ہوا کہ اس حقہ کے ذکر آنے کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی عاشق اپنے معشوق کو عین وصل و سرور کے وقت راز و نیاز کے پچھلے حروف و حکایات میں کسی نامرغوب بات کو وسیلۂ کلام اور حیلہ مزاح پانے کا پا کر نہایت محبّت و شفقتِ دلی سے کہا کرتا ہے

کہ کیوں صاحب آپ نے فلانی بات یوں کی تھی یہ نہایت شفقت کا جتلانا ہوتا ہے کہ بالکل بے حجاب ہو جاؤ۔ یہ بھی وہی معاملہ ہے تب وہ خطرہ بالکل رفع ہوا اب اس معاملے میں کئی باتیں یا ایک معلوم ہوئی۔ اوّل ذرا غور کرو کہ حضرت پیرو مرشد رحمۃ اللہ علیہ کو کس قدر رُتبہ عطا ہُوا اور حقّہ کے ذکر سے کتنی شفقت اور مقبولیت معلوم ہوئی۔ دوسرے اللہ تعالیٰ نے کسی بات کو نہ پوچھا۔ اس قدر مقبولیت اور نہایت درگزر کے مقابلہ میں حقّہ کو یاد دلایا۔ ڈرنا چاہیئے کہ حقّہ تمباکو کیا کچھ مکروہ شے ہے۔ نعوذ باللہ۔ تیسرے یہ ارشاد حضرت پیرو مرشد رحمۃ اللہ علیہ کا صرف واسطہ اصلاح اس نالائق کے تھا۔ کیونکہ مَیں بھی حقّہ نوش تھا مگر باوجود اس معاملہ کے شامتِ اعمال سے اس معاملہ پر بھی نہ سمجھا۔ بدستور بعد نماز صبح کے چلم بھرنے کے لیے اُٹھائی کیا عرض کروں ایسا عالی تصرّف شیخ ہو تب مجھ جیسے نالائق کو ایسے امر مکروہ سے بچائے۔ اس وقت یہ حال تھا کہ چلم ہاتھ میں تھی مگر اوپر نہ اُٹھ سکتی تھی لور اوّل خود بخود یوں کہتا تھا کہ کیوں ارادہ حقّہ پینے کا کرتا ہے اور جی میں ارادہ چھوڑنے کا پہلے سے نہ تھا کہ کچھ اپنی ہی ہمت کرتا۔ ایک ساعت اسی طرح گزرا۔ ہر چند نفس اور شیطان ترغیب دیتا رہا مگر تصرفِ ولایت حضرت پیرو مرشد نور اللہ مرقدہٗ و قدس اللہ سرہٗ و ادام اللہ فیوضہٗ و شفقتہٗ نے نہ چھوڑا ہاتھ اوپر نہ اُٹھنے دیا۔ چلم ویسے ہی رکھی گئی اور طبیعت حیران تھی کہ یہ کیا ہو رہا ہے کیونکہ بے ارادہ ترکِ عادت میں بہت تردّد ہوتا ہے غرض حق تعالیٰ نے اس صورت سے اس نالائق کو حقّہ نوشی سے بچایا۔ اللہ دوزخ کی آگ اور دھوئیں سے بچائے اور اوّل سات روز تک ہر چند حقّہ کا مزا اور کیفیت

یاد کرتا تھا مطلق یاد نہ آتا تھا۔ سُبحان اللہ کیا تصرّف ہے سچ ہے شعر ؎

اولیاء راہست قدرت ازالٰہ　　تیر جستہ باز گرداند زراہ

اب یہ بات سمجھنی چاہیئے کہ حقہ بفتویٰ ظاہر اگر بُو باس نہ ہو تو مکروہ ہے اور یہ ہو نہیں سکتا کہ بدبُو نہ ہو۔ حقّہ نوش کے مُنہ سے نہ پینے والے کو ضرور بدبُو آتی ہے۔ اس وقت کیا خوب معاملہ یاد آیا۔ جناب مولانا محمّد قاسم صاحب فرماتے تھے کہ مَیں نے بغور خیال کر کے دیکھا تھا کہ حضرت حافظ صاحب یعنی پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کے دہن شریف سے حقّہ کی بُو نہ آتی تھی۔ سبحان اللہ! آپ کی حقّہ نوشی کچھ اور شے تھی مگر حقیقت میں تمباکو نوشی بہت بُری شے ہے، اور بُرائی حقہ کی اکثر لوگوں کے معاملات سے ثابت ہے۔ یُوں معلوم ہوتا ہے اگر تمباکو کا رواج رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے میں ہوتا تو یقین ہے کہ اسکی ضرور ممانعت ہوتی۔

واقعہ ۲۴

نکتہ نسبت و چہارم۔ حافظ مہو خاں صاحب مرید مخلص حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ یُوں فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حکیم رحیم اللہ صاحب کاندھلوی نے حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حافظ صاحب سُنا ہے اگر درویش کسی پر توجّہ فرمائے تو دل پر خطرۂ غیر کو ٹھہرنے نہ دے مگر مجھ کو اس بات کا یقین نہیں آتا۔ بعضے وقت مقتضا ہوتا ہے اصرار جو بڑھا تو حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اللہ کے بندے ایسے ہوتے ہیں کہ پہاڑ کو جگہ سے ہلا دیتے ہیں۔ خطرہ کیا شے ہے۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ بدون دیکھے اعتبار نہیں آتا۔ حضرت

پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آپ کیا کہتے ہیں، اولیاء اللہ کی بڑی شان ہے یہ بات تو بندہ بھی کر سکتا ہے۔ حکیم صاحب نے زیادہ اصرار کیا۔ حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم صاحب کو ایک مکان میں علیحدہ لے جا کر سامنے بٹھایا اور تھوڑی دیر میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ حکیم صاحب حیران تھے اور یہ کہتے تھے کہ مَیں نے ایسا زبردست عالی تصرف شیخ نہیں دیکھا نہ سُنا۔ ہر چند بہت بڑے بڑے خلجان اور تردّد کے مقدمات کہ ہر وقت میرے دل میں نقش کالحجر تھے، کھینچ کھینچ کر دل میں لاتا تھا مگر جیسے سیلِ دریا میں خس و خاشاک بہ جاتے ہیں اس طرح کوئی خطرہ غیر دل میں نہ ٹھہرتا تھا۔ خدا معلوم کیا شے قلب کو خالی کر دیتی تھی اور واضح ہو کہ حکیم صاحب فکر اور تدابیر مقدمہ آرائی میں مشہور ہیں باوصف اس توغل کے کچھ تصرّف حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کا تھا کہ خطرہ بھی ان افکار کا نہ آنے دیا۔ حکیم صاحب موصوف یُوں کہا کرتے تھے اگرچہ مَیں مرید جناب سیّد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا مگر طالب حافظ محمد ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہُوں۔

واقعہ ۲۵

نکتہ بست پنجم۔ ایک دفعہ حضرت ممدوح ادام اللہ فیوضہ بمقام رامپور تشریف لائے ہوئے تھے۔ بعد مغرب جناب حاجی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مع چند خدّام مسجد میں رونق افروز ہوئے۔ ایک خادم میاں جی نور محمد صاحب قبلہ قدس سرہ کے حاضر تھے۔ مجلس تخلیہ بے اغیار دیکھ کر کچھ اشعار مثنوی مولانا روم علیہ الرحمۃ اور منطق الطیر پڑھنے لگے۔ مجلس گرم ہوئی۔ حاجی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بسوئے خدّام متوجہ ہو بیٹھے۔ ہر ایک حسبِ استعداد مستفیض ہونے لگا۔ اتفاقاً یہ

نالائق بھی آکر شامل حلقہ ہُوا اور ایسا از خود رفتہ ہو گیا کہ کچھ اختیار باقی نہ رہا۔ اس غلبۂ حال میں حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کا تصور بندھا کہ اس جلسہ سے سر و پا برہنہ چل نکلا اور حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ مسجد سے کچھ فاصلہ پہ ایک مکان میں رونق فرما تھے، بے ہوشی میں جا کر وہاں حضرت کے قدموں پر جا پڑا جو کہ افشاء حال حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کو ناگوار تھا فرمایا کہ اس کو اُٹھا لو۔ ایک شخص مجھ کو اُٹھا کر لے گیا۔ یہ نالائق مغلوب الحال کا درجہ کمال تھا پھر قدموں پر جا گرا تب غصہ سے فرمایا کہ اس کو ایک طرف ڈال دو۔ بفور اس ارشاد کے اس طرح سلب حال فرمایا کہ مَیں ششدر و حیران کھڑا رہ گیا اور ایسا ہو گیا کہ مجھ پہ گویا کوئی اثر نہ تھا باوصف اس قدر غلبۂ حال کے بالکل کیفیت سلب ہو گئی۔ کئی روز کے بعد طبیعت بحالتِ اصلی بحال ہوئی۔ الحمد للہ

واقعہ ۲۶

نکتہ بست و ششم۔ ایک دفعہ یہ نالائق ہمراہی برادرانِ طریقت دریائے شور میں مسافر تھا۔ ایک روز بعد نمازِ عشاء کے ناگاہ طوفان برپا ہُوا یعنی سواری کا تہ و بالا ہونے لگا۔ ناخدا نے ہر چند تدابیر کیں کوئی کارگر نہیں ہوئی۔ آخر یہاں تک طوفان غالب ہوا کہ شمع گل ہو گئی قطب نما جو رُونما تھا بیکار ہو گیا۔ اور تلاطم امواج سے سکّان قابو میں نہ رہا تب بڑی یاس ہوئی۔ ناخدا کہتا تھا کہ بابا دُعا کرو اللہ اس طوفان سے بچائے۔ سب لوگ مایوس ہو کر دُعا کرنے لگے، اور ناخدا بھی سر پکڑے ہوئے ایک طرف مشغول بدعا بیٹھا تھا۔ وہ وقت عجیب اضطرار کا تھا کہ ہر ایک شخص متردد تھا۔ یہ نالائق بھی ایک طرف کو منہ لپیٹے ہوئے

پڑا ہُوا کچھ خیال کر رہا تھا۔ آخر مایوس ہو کر حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کا خیال آیا اور دستگیری کی استدعا کی کہ کیا دیکھتا ہوں کہ داہنی طرف سرِ جہاز پر حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کندھا لگائے ہوئے ہیں اور بائیں طرف جناب حاجی صاحب سلمہ اللہ اور یُوں فرما رہے ہیں کہ خوف نہ کرو۔ یہ معاملہ دیکھ کر مجھ کو کچھ اطمینان ہوا۔ غرض تمام شب دو چار چھ گھڑی دن چڑھنے تک شدّتِ طوفان سے بعد تلاطم امواج میں تہ و بالا ہوتا رہا۔ آخر قریب دن چڑھے کے طوفان کم ہوا۔ کچھ کچھ لوگوں میں قرار آیا۔ ناخدا بھی سنبھل بیٹھا۔ سکّان کو قابو میں کیا، قطب نما سے سمتِ راہ درست کر کے خوش ہو کر کہنے لگا۔ اگرچہ اس قدر طوفان رہا مگر عنایتِ الٰہی سے بفعلہ راہِ راست پر آیا اور بہت مسافت اس رات میں طے ہو گئی۔ یہ عجب بات ہوئی کہ اس قدر طوفان ہو اور جہاز سیدھا جائے۔ اس بات سے سب لوگ خوش ہوئے اور تکلیف شب کو بھول گئے اس نالائق کو یقین کامل ہوا کہ یہ سب تصرف حضرات ادام اللہ فیوضہم کا ہے۔

واقعہ ۲۷

نکتہ بست و ہفتم۔ ایک روز یہ نالائق واسطے زیارت مرقدِ مبارک حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کے حاضر ہُوا۔ بعد فاتحہ اور درُود کے مراقب ہُوا تو یہ آیت شریف فسبحٰن اللہ حین تمسون وحین تصبحون ولہ الحمد فی السمٰوٰت والارض وعشیا وحین تظہرون۔ میرے قلب میں وارد ہوئی اور فوراً سب یاد ہو گئی مگر جب وہاں سے اُٹھا بباعثِ ضعفِ حافظہ خوب یاد نہ رہی۔ تردّد میں تھا کہ اس کے القا ہونے

کا کیا سبب ہے۔ آخر خیال میں آیا کہ اشارہ اس آیت کا حضرت پیرِ و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کا مطلب دریافت کرنا چاہیئے۔ غور کیا تو دو امر معلوم ہوئے۔ ایک تو یہ کہ ان ایّام میں اس نالائق سے ذکر اور شغل میں کوتاہی ہو رہی تھی۔ ظاہر معنی آیت شریف سے تقید اور تنبیہ اس کی پائی گئی اور دوسرے بعض خدّامِ خاص سے معلوم ہوا کہ پیرِ و مُرشد رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے نہایت فوائد بیان فرمایا کرتے تھے اور آخر رکوع تلک ایک دفعہ صبح و شام خود پڑھا کرتے تھے۔ غرض دونوں معنوں میں کس قدر فائدہ حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ذکرِ خداؐ میں استقامتِ کامل عطا فرمائے اور ذکر اس کا حیاتِ جان بن جائے۔ سبحان اللہ حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کیا کیا قدرت اور ہمت عطا فرمائی کہ ہم جیسوں کی دستگیری کے لیے کوئی حجاب اور دُوری مانع ہدایت نہیں ہے مگر ہمارے افعال مطلب سے دُور پھینکے دیتے ہیں۔ اللھم احفظنا من الذلل والضلل۔ افسوس افسوس ایسا مربّی کہ اس جہان میں بھی تربیتِ ظاہری سے غافل نہ ہو۔ دفعتاً جُدا ہو جائے والے محرومی ہم اس جہان میں سر ٹپکتے رہ جائیں۔ اس نالائق و گنہ گار کو میدانِ حشر میں ہم رکابِ خدامِ عالی حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کے قبول فرما اور اپنا دیدار عنایت کر۔ آمین یا رب العالمین۔

واقعہ ۲۸ نکتہ بست و ہشتم۔ ایک دفعہ اس نالائق نے بمقدمہ تصوّر شیخ میں حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت اس باب میں

اکثر تکرار کرتے ہیں۔ فرمایا کوئی بات تکرار کرنے کی نہیں جس وقت محبت کا غلبہ ہوتا ہے خود بخود تصور بندھ جاتا ہے کوئی کرے یا نہ کرے۔ سبحان اللہ کیا قولِ فیصل فرمایا کیونکہ عقیدہ حاضر و ناظر سے تصور حرام ہے۔ دفع خطرات کے واسطے مشائخ نے جائز فرمایا ہے تو چاہیے کہ اول محبتِ شیخ پیدا کرے تاکہ سب سامان درست ہو جائے اور جمعیتِ خاطر حاصل ہو۔

واقعہ ۲۹

نکتہ بست و نہم۔ مولانا مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کاندھلوی نقشبندی اتقیاءِ عصر اور پیروی سنت میں محو اور شہرۂ آفاق تھے اور نہایت پاک نسبت رکھتے تھے۔ ایک روز یوں فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حافظ صاحب یعنی پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایامِ سیاحت ملک پنجاب میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے ایک نسبت مجھ کو حاصل ہوئی اور اب تک موجود ہے مگر قلب میں راسخ نہیں ہوئی، ایک جدا شے معلوم ہوتی ہے۔ آپ نقشبندی ہیں مجھ کو توجہ دیجیے تاکہ وہ نسبت راسخ ہو جائے۔ میں حسب الارشاد سامنے ہی بیٹھا۔ ہر چند ہمت کی مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ بلکہ حافظ صاحب کی نسبت کا اثر مجھ پر ہو جاتا تھا۔ آخر لاچار ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے کس قدر قوتِ نسبت عطا فرمائی تھی کہ باوصف اپنی طلب اور خواہش کے نسبت کا اثر نہ ہوا۔ اگر ایسے صاحبِ نسبت پہاڑ کو ہلا دیں تو کیا بعید ہے مگر اس ہمارے زمانہ میں یہ کم حوصلگی ہوئی ہے کہ چند روز ذکر کر کے خواہ قلب میں اثر ذکر کا ہو یا نہ ہو اپنے تئیں درویشوں میں شمار کر دیتے ہیں اور فوں فاں کرنے لگتے ہیں

نعوذ باللہ ایسوں کو درویشی تو کہاں کیفیتِ ذکر سے بھی خبر نہیں۔ کیا تنگی کا وقت آگیا ہے۔ روکھی سوکھی باتوں کا نام درویشی مقرر کر کے اشغال اور اطوار زہد اور تقوٰی کو بالکل چھوڑ دیا۔ اس زمانے میں سالک عنقا صفت ہو گئے، طریقِ سلوک گم ہو گیا۔ صوفی صافی اور زاہد و متّقی کم نظر آتے ہیں۔ اکثر نے اپنے رسوم اور خواہش کے موافق نیا طریق مقرر کر لیا ہے کیا عرض کروں نہایت تنگی کا وقت ہے۔ اب آسائش دُنیا ہی نہ رہی۔ خیر یہ تو چند روز میں گزر جانے والی ہے مگر عاقبت کا بہت بھاری معاملہ درپیش ہے۔

واقعہ ۳۰

نکتہ سی۔ ایک روز یہ نالائق مکان علیحدہ میں بیٹھا تھا۔ حضرت پیرو مرشد رحمۃ اللہ علیہ ساتھ میں ماموں عبدالحق مرحوم وہاں تشریف لائے۔ مَیں دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ ماموں مرحوم نے فرمایا تو باہر جا مجھ کو حضرت سے کچھ دریافت کرنا ہے۔ مَیں باہر چلا گیا۔ آپ وہاں بیٹھ گئے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد باہر تشریف لے آئے۔ بعد میں ماموں صاحب فرماتے تھے کہ مَیں نے جناب حافظ صاحب سے کچھ دریافت کیا تھا۔ وہی اوراد و اشغال فرماتے جو میرے پیر نے عنایت فرمائے تھے۔ سبحان اللہ کیا صفائی باطن تھی کہ اسرارِ پوشیدہ جس وقت خیال فرماتے تھے ظاہر ہو جاتے تھے۔ اور ہر ایک کی اس کے عقیدہ اور حال کے موافق تسلّی فرما دیتے تھے۔

واقعہ ۳۱

نکتہ سی و یکم۔ ماموں صاحب مذکور فرماتے تھے کہ لاہور میں

انگریزوں اور سکھوں سے لڑائی ہو رہی تھی، مَیں بھی وہاں نوکر تھا۔ سکھوں کے مظالم بہت بڑھ گئے تھے۔ مسلمانوں کو ظلموں کا نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ جناب حافظ صاحب یعنی پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ بھی ملک پنجاب میں تشریف فرما تھے۔ ایک روز سکھوں کا بہت غلبہ ہُوا اور سب اہلِ شہر چھاؤنی انارکلی میں چلے گئے۔ مَیں نے بھی چاہا کہ چھاؤنی میں جاؤں جس وقت حافظ صاحب نے ہم کو مضطر دیکھا فرمایا کیوں گھبراتے ہو انگریزوں کی فتح ہو گی۔ یہ فرما کر اسی روز سے ایسے مخفی ہوئے کہ کہیں تپہ نہ ملا غرض وہی معرکہ اختتامِ جنگ تھا۔ دو تین روز میں فوج سکھوں کی خراب ہو گئی۔ انگریزوں نے فتح پائی تب حافظ صاحب بھی تشریف لائے۔

واقعہ ۳۲

نکتہ سی و دوم۔ یہ نالائق قدیم سے ضعفِ دماغ میں مبتلا ہے اور ادنیٰ بے اعتدالی سے ضعف اور خشکی دماغ کی تکلیف رہتی ہے۔ چنانچہ ابتدائے حال میں جو کچھ ذکر و شغل کرتا حسبِ مراد نہ ہوتا تھا۔ آخر حبسِ دم میں دردِ سر ہونے لگا۔ لاچار یہ حال بھی حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا۔ ارشاد فرمایا کہ کچھ دوا مقوّی دماغ کھایا کرو انشاء اللہ دردِ سر نہ ہو گا۔ اس نالائق نے موافق اپنی ہمت کے کیا۔ کچھ حبس وغیرہ کیا اور اکثر تکالیف ضعفِ دماغ کی اٹھائی مگر عنایتِ الٰہی سے آج تک کبھی دردِ سر نہ ہُوا۔ سبحان اللہ الحمدللہ۔ کیا بعید ہے کہ اسی طرح حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلے سے عذابِ آخرت سے بھی نجات پاؤں۔ یا ربّ کریم اس نالائق و گناہگار، بدکردار، خاک پائے غلامان اور دامن گرفت خادمان حضراتِ چشت اہلِ بہشت قدس اللہ اسرارہم و ادام اللہ فیوضہم

کو اپنے دامنِ رحمت سے ڈھانپ کر بخش دیجیے اور تصدق حبیبِ پاک سے صلوٰۃ اللہ علیہ میدانِ حشر میں رُسوا نہ کیجیے۔ باقی والسلام

حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کا شجرہ چشتیہ

احوال حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کا شدّتِ اخفا اور کمیٔ صحبت سے کماحقہ واضح نہیں مگر جس قدر معتبر دریافت ہوا، فلاحِ دارین سمجھ کر درجِ اوراق کیا گیا۔ اب بعد اختتام نکات فیض آیات کے شجرہ خاندانِ عالیہ چشتیہ ادام اللہ فیوضہ کا بھی لکھنا تھا اس لیے یہ شجرہ افکار طبع والا حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قبلہ دام ظلہٗ سے زیبِ قرطاس کرتا ہوں۔ ؎

حمد ہے سب تیری ذاتِ کبریا کے واسطے ہے درود و نعت خاتم الانبیاء کے واسطے
اور سب اصحاب آلِ مجتبیٰ کے واسطے

دربدر پھرتی ہے خلقت التجا کے واسطے آسرا تیرا ہے پر مجھ بے نوا کے واسطے
رحم کر مجھ پر الٰہی اولیاء کے واسطے

ان بزرگوں کو شفیع لایا ہوں میں ہو کر ملول کیجیو یہ عرض میری ان کی برکت سے قبول
ہاتھ اُٹھاؤں جب ترے آگے دُعا کے واسطے

کثرتِ عصیاں سے گرچہ پشت ہے میری دوتا کھینچ لے پر اپنی جانب اپنی رحمت سے خدا
حافظ ضامنؒ رئیسِ اولیاء کے واسطے

پاک کر ظلماتِ عصیاں سے الٰہی دل مرا کر منوّر نورِ عصیاں سے الٰہی دل مرا
حضرتِ نورِ محمد پُر ضیا کے واسطے

ایسے مرنے پر کروں قرباں یارب لاکھ عید ۔ اپنے تیغ عشق سے کر لے اگر مجھ کو شہید
حاجی عبد الرحیم اہلِ غزا کے واسطے

کر وہ پیدا درد و غم میرے دلِ افگار میں ۔ بار پاؤں جس سے اے باری ترے دربار میں
شیخ عبد الباری شہِ بے ریا کے واسطے

شرک و عصیان و ضلالت سے بچا کر اے کریم ۔ کر ہدایت مجھ کو اب راہِ صراط المستقیم
شاہ عبد الہادی پیرِ ہدیٰ کے واسطے

دین و دُنیا کی طلب عزت نہ سرداری مجھے ۔ اپنے کوچے کی عطا کر ذلّت و خواری مجھے
شاہ عز الدین، عزیز دوسرا کے واسطے

دے مجھے عشقِ محمدؐ اور محمدیوں میں گن ۔ ہو محمّد ہی محمّد وِردِ میرا رات دن
شہ محمّد اور محمّدی اتقیا کے واسطے

حُبِ حق، حُبِّ الٰہی، حُبِ مولا حُبِّ رب ۔ الغرض کر دے مجھے محوِ محبت سب کا سب
شہ محبّ اللہ، شیخِ اصفیا کے واسطے

گرچہ میں غرقِ شقاوت ہوں سعادت سے بعید ۔ پر توقع ہے کرے مجھ سے شقی کو تو سعید
بو سعید اسعد اہلِ سخا کے واسطے

قال ابتر، حال ابتر، سب مرے ابتر ہیں کام ۔ لطف سے اپنے مرے کر ملکِ دیں کا انتظام
شہ نظام الدین بلخی مقتدا کے واسطے

ہے یہی بس دین میرا اور یہی سب ملک و مال ۔ یعنی ملکِ عشق میں کر مجھ کو با جاہ و جلال
شہ جلال الدین جلیل اصفیا کے واسطے

حُبِّ دُنیاوی سے کر دے پاک مجھ کو اے حبیب ۔ اپنے باغِ قدس سے کر سیر تو مجھ کو نصیب

عبد قدوس، شہ قدس و صفا کے واسطے

کر معطر رُوح کو بُوئے محمدؐ سے مری　　　اور منور چشم کو روئے محمدؐ سے مری

اے خدا شیخ محمد رہنما کے واسطے

کر عطا راہِ شریعت خوئے احمد سے مجھے　　　اور دکھا نورِ حقیقت روئے احمد سے مجھے

شیخ احمد، عارف صاحب علا کے واسطے

کھول دے راہِ طریقت قلب پر یا حق مرے　　　کر تجلّی حقیقت قلب پر یا حق مرے

احمد عبد الحق شہِ ملک بقا کے واسطے

دین و دُنیا کا نہیں درکار کچھ جاہ و جلال　　　ایک ذرہ درد کا یا حق مرے دل میں تو ڈال

شہ جلال الدین کبیر الاولیا کے واسطے

ہے مکدر ظلمتِ عصیاں سے میرا شمس دین　　　کر منور نور سے عرفاں کے میرا شمس دین

شیخ شمس الدین ترک شمس الضحٰی کے واسطے

اے مرے اللہ رکھ ہر وقت ہر لیل و نہار　　　عشق میں اپنے مجھے بے صبر بیتاب و قرار

شیخ علاء الدین صابر بارضا کے واسطے

دے ملاحت مجھ کو تو نمکینئ ایمان سے　　　اور حلاوت بخش گنج شکر عرفان سے

شہ فرید الدین شکر گنج بقا کے واسطے

عشق کی رہ میں ہوئے جوں اولیا اکثر شہید　　　خنجرِ تسلیم سے یارب مجھے بھی کر شہید

خواجہ قطب الدین مقتولِ ولا کے واسطے

ہے ترے ہیں نفس شیطاں دَرپئے ایمان و دیں　　　جلد ہو آ کر مرا یارب مددگار و معین

شہ معین الدین حبیبِ کبریا کے واسطے

یا الٰہی بخش ایسا بے خودی کا مجھ کو جام جس سے اُٹھ جا پردۂ شرم و حیا و ننگ و نام

خواجہ عثمان باشرم وحیا کے واسطے

آتشِ شوق اس قدر دل میں مرے بھڑکا دے دود ہر بُنِ مُو سے مرے نکلے تری الفت کا دُود

خواجۂ مودود چشتی پارسا کے واسطے

رحم کر مجھ پر تو اب چاہِ ضلالت سے نکال بخش عشق و معرفت کا مجھ کو یا رب ملک و مال

شاہ ابُو یوسف شہِ شاہ و گدا کے واسطے

مست و بیخود بنا بُوئے محمدؐ سے مجھے محترم کر خواری کوئے محمدؐ سے مجھے

بو محمد محترم شاہِ علا کے واسطے

صدقے احمدؐ کے یہ ہے امید تیری ذات سے کہ بدل کر دے مرے عصیاں کو حسنات سے

احمد ابدال چشتی باسخا کے واسطے

حد سے گزرا رنج و فرقت اب تو اے پروردگار کر مری شامِ خزاں کو وصل سے روزِ بہار

شیخ ابو اسحاق شامی خوش ادا کے واسطے

شادی و غم سے دو عالم کے مجھے آزاد کر اپنے در دِ غم سے یا رب دل کو میرے شاد کر

خواجۂ ممشاد علوی بو العلا کے واسطے

ہے مرے تو پاس ہر دم لیک میں اندھا ہوں یہ بخش وہ نورِ بصیرت جس سے تو آئے نظر

بو ہبیرہ شاہ بصری پیشوا کے واسطے

عیش و عشرت سے دو عالم کی نہیں مطلب مجھے چشمِ گریاں سینہ بریاں کر عطا یا رب مجھے

شیخ خواجہ مرعشی شاہِ صفا کے واسطے

نے طلب شاہی کی، نے خواہش گدائی کی مجھے بخش اپنے در تلک طاقت رسائی کی مجھے

شیخ ابراہیم ادھم بادشاہ کے واسطے

راہزن ہیں میرے دو قزاق با گرزِ گراں
تو پہنچ فریاد کو میری کہیں اے مستعاں
شہ فضیل ابنِ عیاض اہل عطا کے واسطے

کر مرے دل سے تو اے واحد دوئی کا حرف دُور
دل میں اور آنکھوں میں بھر دے سر بسر وحدت کا نُور
شیخ عبدالواحد بن زید شاہ کے واسطے

کر عنایت مجھ کو توفیقِ حسن اے ذوالمنن
تاکہ ہوں سب کام میرے تیری رحمت سے حسن
شیخ حسن بصری امام اولیا کے واسطے

دُور کر دل سے حجابِ جہل و غفلت میرے رب
کھول دے دل میں درِ علمِ حقیقت میرے اب
ہادیٔ عالم علی مشکل کشا کے واسطے

کچھ نہیں مطلب وہ عالم کے گل و گلزار سے
کر مشرف مجھ کو تُو دیدارِ پُر انوار سے
سرورِ عالم محمّد مصطفٰے کے واسطے

آ پڑا اُوپر ترے میں ہر طرف سے ہوں ملول
کر تو ان ناموں کی برکت سے دُعا میری قبول
یا الٰہی اپنی ذاتِ کبریا کے واسطے

اِن بزرگوں کے تئیں یارب غرض ہر کار میں
کر شفاعت کا وسیلہ اپنے تُو دربار میں
مجھ ذلیل و خوار و مسکین و گدا کے واسطے

کر دیا اس عقل نے بے عقل و دیوانہ مجھے
کر ذرا اس ہوش سے بے ہوش مستانہ مجھے
یا حق اپنے عاشقانِ با وفا کے واسطے

گرچہ میں بدکار و نالائق ہوں اے شاہِ جہاں
پر ترے در کو تبا اب چھوڑ کر جاؤں کہاں
کوئی ہے تیرے سوا مجھ بے نوا کے واسطے

نے فقیری چاہتا ہوں، نے امیری کی طلب نے عبادت، نے زُہد، نے خواہشِ علم و ادب

دردِ دل پر چاہیئے مجھ کو خدا کے واسطے

اس دُوئی نے کر دیا ہے دُور وحدت سے مجھے کر دُوئی کو دُور، کر پُر نور وحدت سے مجھے

تا ہوں سب میرے عمل خالص رضا کے واسطے

کشمکش سے نا اُمیدی کی ہُوا ہُوں مَیں تباہ دیکھ مت میرے عمل، کر لُطف پر اپنی نگاہ

یارب اپنے لطف و احسان و عطا کے واسطے

حد سے ابتر ہو گیا ہے حال مجھ ناشاد کا کر مری امداد اللہ، وقت ہے امداد کا

اپنے لُطف و رحمتِ بے انتہا کے واسطے

الحمد للہ رب العلمین کہ یہ ذکر بزرگانِ دین اور پیشوایانِ راہِ یقین اور حالِ دلِ حزین و جانِ غمگین حسب کیفیتِ وقت ملک تحریر میں آیا۔ یقین ہے کہ "مونسِ مہجوراں" اور باعث افزونی سرورِ مسروراں ہووے۔ اگرچہ اس ہیچمدان کو لیاقت ترکیب ان اجزاءِ متفرقہ کے نہ تھی مگر چونکہ اہلِ درد کے لیے ہر ایک حرف بیان حال اولیاءِ خُدا کا جُدا جُدا ہے مرکب القوی ہے۔ کس واسطے کہ ذکرِ مشائخ محبتِ مشائخ کا اثر رکھتا ہے۔ اس لیے جیسا ہو سکا حسبِ استعداد وقت جمع کر دیا۔ سو ماہرانِ فن کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ ہر چند حسبِ قاعدہ اجزاءِ مفردہ سخن کے سلسلہ بندی مجھ سے نہ ہو سکی ہو مگر بیشک مذاق اس نسخہ مرکب کا اہلِ درد، صحیح الذوق کو خوب کیفیت بخشے گا۔ لیکن حصولِ مذاق کے لیے مناسبتِ درد درکار ہے ورنہ کیا ہے۔ کچھ کہو گویا صدائے شورِ بازار ہے اور اہلِ درد صاحبِ ذوق اپنے حال کے موافق ادنیٰ بات سے بھی ایک بات نکال لیتا ہے بموجب مصرع

اہلِ دل را ذوق فہمی دیگر است

اور کیوں نہ ہو۔ عالم ان کا الگ۔ ہر طرح کی کیفیات سے بھرا ہُوا ہے۔ ہر ایک اہلِ درد اپنی طرح دل شاد و ناشاد کو بھلا کہتا ہے لیکن وائے برحالِ خود کہ اپنی کچھ خبر نہیں کہ روز و شب غفلت میں بسر ہوتا ہے۔ اس پر سابقہ ازلی سے جُدا، جی ڈرتا ہے دیکھیے خاتمہ کس طور ہو۔ افسوس اس امر کا کچھ فکر نہیں اور سفرِ عقبےٰ در پیش ہے۔ دُنیا کے قیام کا اعتبار نہیں۔ بہ ایں ہمہ ایسے کار میں مبتلا ہوں، حیاتِ مستعار کو غنیمت نہیں جانتا۔ آخر بعد موت سوائے حسرت و یاس کے کچھ نہ ہو سکے گا۔ اب عمرِ نامُراد چالیس سے گزر گئی۔ قویٰ میں ضعف آنے لگا مگر شامتِ نفس نے دامن نہ چھوڑا، کیا بھلی قسمت ہو کہ اب سے فکرِ عاقبت سینہ میں سما جائے اور یادِ خدا رگ و پے میں بس جائے کہ کوئی وقت بدُون ذکرِ خدا نہ گزرے۔ دمِ واپسیں کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم زبان سے جاری رہے تو ہزار غنیمت ہے۔ بدطالعی سے ڈرتا ہوں کہ جب سب کچھ ہو سکتا تھا اور صحبتِ حضراتِ بابرکات ادام اللہ فیوضہم، حاصل، ہائے کم ہمتی! وائے بدنصیبی!! کہ تب فکرِ خاتمہ کچھ نہ ہو سکا۔ آخر اطوارِ بد ظاہر ہونے لگے۔ اب بجز دستگیری مرشدان رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور شفاعتِ رسولِ مقبول صلوٰۃ اللہ علیہ اور کوئی صورت نجات کی نظر نہیں آتی یارو! اپنی خوبی افعالِ بد کے باعث بہت مایوس اور بے آس ہوں بلکہ کسی وقت خوشی میں اس نالائق کو کبھی کبھی دُعائے خیر سے ضرور یاد رکھنا۔ شاید کسی کی ہمت سے میرا بھی بیڑا پار ہو جائے۔ بموجب شعر ؎

بارِ کار افتادہ را یاری ہم از یاراں بود زینہار اے دوستاں جانِ من و جانِ شما

اب کہاں تک سمع خراشی کروں۔ ڈرتا ہوں کہ مبادا میری بیہودگیوں سے کوئی گراں خاطر نہ ہو جائے اور یہ رُوسیاہ اپنے مقصد سے محروم رہ جائے سامعینِ کرم گستر اس پر خیال فرمائیں کہ اہلِ غرض مجنون ہوتا ہے اپنی شفقت اور عنایتِ کریمانہ سے درگزر فرمائیں کہ یہ مردہ دل عافیتِ دارین کی بہت تمنا رکھتا ہے کہ ہر ایک سے مستدعی سفارش اور متمنی عنایت ہوتا ہے۔ اے دلِ ناشاد وائے جانِ نامراد بس کر، ہوش میں آ، مشفقان و محبان کی خدمت میں تو بہت کچھ عرضِ حاجت کر چکا۔ اس قدر التماس کی کیا ضرورت ہے۔ مردِ کریم، خود کرم سے درگزر نہیں کرتا، اب کریم اور خالقِ قدیم، مالکِ مطلق خدائے برحق سے استدعا کر اور مدد مانگ ؎

یا الٰہ العالمین درماندہ ام　　غرق خوں در خشک کشتی راندہ ام

درمیانِ راہ تنہا ماندہ ام　　کس ندارم بے سر و پا ماندہ ام

دست من گیر و مرا فریاد رس　　دست بر سر چند دارم چوں مگس

از دو خویشم مگردان نا اُمید　　از سر لطفے سیاہم کن سفید

رہ نمایم باش و دیوانم بشو　　وز دو عالم تختۂ جانم بشو

فقط اللہ بس، باقی ہوس، والسلام فقط۔

الحمد للہ والمنتہ کہ نسخہ "مونسِ مہجوراں" از تصنیف جناب فیض مآب قبلہ و کعبہ دارین وسیلہ دوجہان ملجا۔ و ماوائے من روسیاہ گنہگار نالائق و بد کردار بد اطوار زمان حضرت حکیم محمد ضیاء الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بتاریخ چہارم ماہ ربیع الثانی ۱۲۸۴ھ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تمام شد کاتب الحروف بندہ عبدالرحمن

غفر اللہ ذنوبہ وستر اللہ عیوبہ نوشتہ بماند سیاہ بر سفید نویسندہ را نیست فردا رمید
من نوشتم صرف کردم روزگار من نمانم ایں بماند یادگار خدایا بیامرز ایں ہر سہ را
نویسندہ نمانندہ گویندہ را۔ تمت بالخیر

تاریخ تحریر از تصنیف جناب مولانا مولوی منظہر الدین صاحب رامپوری

شروع بحمد خداوند خالقِ ارض و سما ولعت حضرتِ احمدؐ شفیع روزِ جزا
خدا نے اپنے رسولِ امیں کے صدقہ سے مجھے بخدمت ہادیٔ دین دیا پہنچا
حکیم صاحب قبلہ ضیاء الدین صاحب کہ جن کے وصف میں قاصر ہے خامۂ انشا
خلیق اہلِ مروت شفیق ہر کہ و مہ شفا ہے جن کی مریضوں کے حق میں آبِ بقا
مرے یہ حال پہ لطف و کرم پر ایسا ہے کہ جس کی حد و نہایت نہ ہو سکے املا
جناب حافظِ قرآں شہیدِ اکبرِ ہند (جناب حافظ ضامن شہید راہِ خدا)
کچھ حال اُن کا لکھا تھا حکیم صاحب نے کہ پیر آپ کے ہیں مقتدائے راہِ خدا
مجھے دکھا کے وہ ایک روز یوں کیا ارشاد کیا اشارہ کہ اس کو تو کر دے لکھ کے صفا
میں کیا کہوں کہ میں کیسا خوش ہوا اس دن خوشی کے مارے میں پھولا نہیں سماتا تھا
لکھا تھا حال جو پیرانِ پیر کا اس میں وہ پیر کیسے کہ بدر الدجے وصلِ علیٰ
میں نقل کرتے ہی بعد اسکے دل میں سوچ جو کی کہ دیکھوں مادۂ تاریخ تو کروں انشا
تو آئی ہاتفِ غیبی سے یہ ندا مجھ کو کہ جا کے عرض یہ کر تو بخدمتِ والا

حضور سے جو مرحمت ہوئی تھی مجھ کو کتاب
میں نقل اس کی سے بس آج با فراغ ہوا
۱۲۸۴ھ

تمام شد

تذکرہ امام القراء حضرت قاری عبداللہ صاحب مکیؒ

فیضانِ رحمت

حضرت مولانا قاری عبداللہ صاحب نے مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں اپنے زمانہ میں ہندوستانی قاریوں کی لاج رکھی.... حجازِ مقدس میں وہاں کے لوگ قرآن مجید اس لیے نہیں سنتے تھے کہ اُن پر یہ الزام لگایا جاتا تھا کہ وہ قرآن مجید غلط پڑھتے ہیں۔

حضرت العلامہ مولانا محمد رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ بانی مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کا فیض تھا کہ چند سالوں میں مدرسہ صولتیہ اور قاری عبداللہ صاحب کی کوششیں بار آور ہوئیں اور حجازِ مقدس میں ہندوستان کے قاریوں کا ایسا سکہ بیٹھا کہ ان سے مقابلہ کرنا مشکل ہوگیا۔

قاری عبداللہ صاحب نے مدرسہ صولتیہ میں اپنے شاگردوں کے ذریعہ فنِ تجوید و قرأت کو ہندوستان وافریقہ کے علاوہ دُنیائے اسلام میں پھیلایا اور فروغ دیا۔

حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی ان کے حقیقی بھائی اور مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے فارغ التحصیل تھے۔ اُن کا بھی برِصغیر میں فنِ تجوید و قرأت بڑا احسان ہے۔ ان کا ایک ایک شاگرد اپنی جگہ ماہرِ فن تھا اور خوش الحانی میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔

قرآن مجید کے شیدائیوں کا طبقہ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کا یہ عظیم الشان کارنامہ رہتی دُنیا تک نہیں بھولے گا۔ یہ کتاب ہند و پاکستان کے مشہور مؤرخ و ناقد مولانا امداد صابری کی تصنیف ہے جو انھوں نے مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے ماحول میں رہ کر تصنیف کی ہے۔

ملنے کا پتہ { دفتر مدرسہ صولتیہ، پوسٹ بکس ۱۱۴ مکہ معظمہ
امداد صابری۔ محلہ چوڑی والان۔ دہلی }